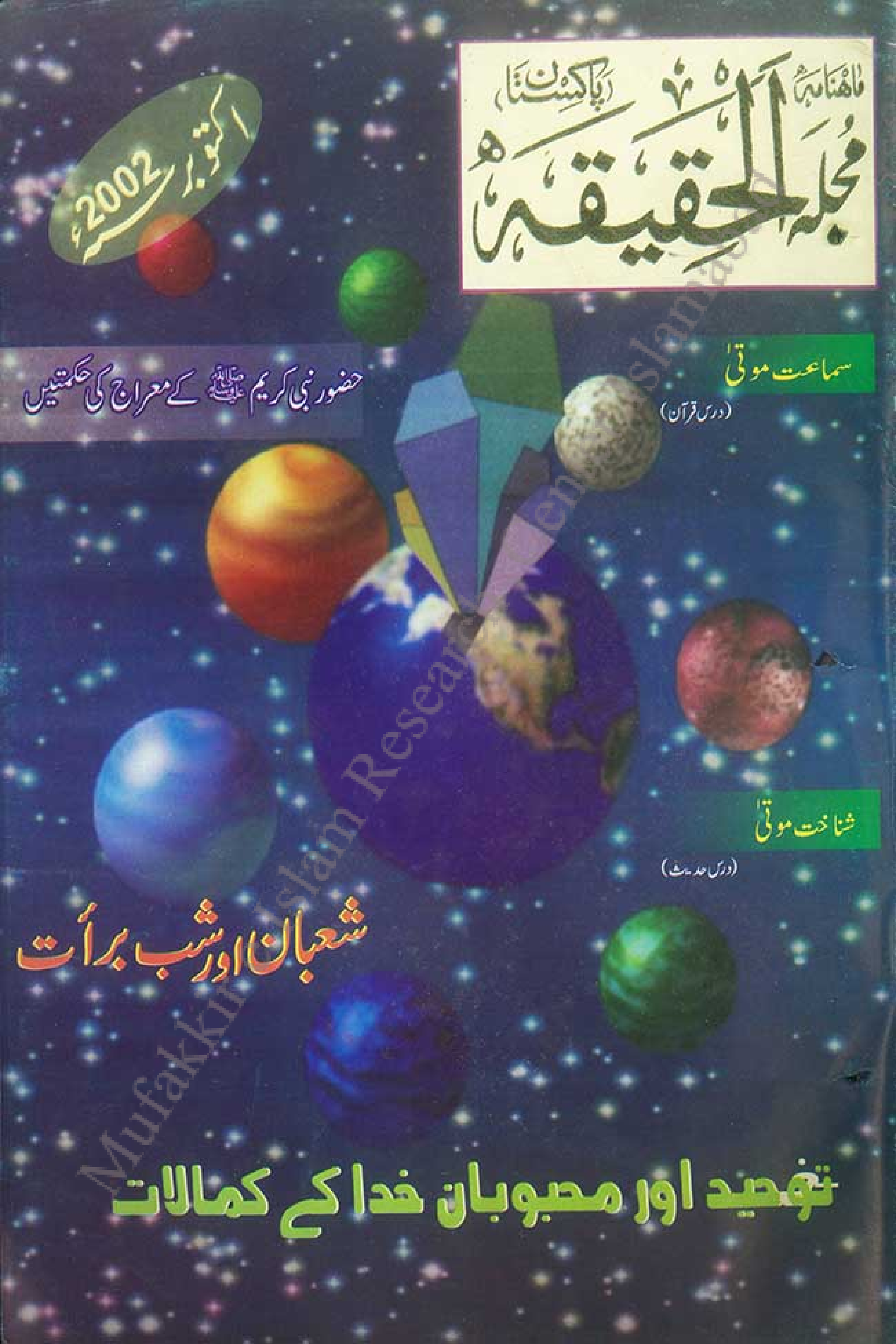

ماہنامہ
مجلہ الحقیقہ
(پاکستان)
اکتوبر 2002ء
سماعت موتی
(درس قرآن)
حضور نبی کریم ﷺ کے معراج کی حکمتیں
شناخت موتی
(درس حدیث)
شعبان اور شب برأت
توحید اور محبوبان خدا کے کمالات

حمد و نعت

پروفیسر محمد حسین آسی

اللہ کے سوا بھلا کون آفریں ہے کون
محبوب کبریا ﷺ سا جہاں میں حسیں ہے کون

اللہ کے وجود پہ سب سے بڑی دلیل
الصادق اور کون ہے اور الامیں ہے کون

اللہ نے بنایا انہیں جان کائنات
کون و مکاں میں ان کے سوا ہر کہیں ہے کون

کافی ہے اے کلیم تمہیں انکو دیکھ لو
سرکار ﷺ دیکھ آئے ہیں پردہ نشیں ہے کون

ان کے حضور بیٹھے ہیں سب ، فرق ہی نہیں
صحرا نشیں ہے کون تو سدرہ نشیں ہے کون

ایمان دل میں اور ہیں ایمان میں حضور ﷺ
پردہ بہ پردہ انکے سوا دلنشیں ہے کون

محشر پہ بھی ہے شافع محشر پہ بھی یقیں
پھر پوچھتے ہو لائق خلد بریں ہے کون

اپنا بغیر رحمت عالم ﷺ نہیں کوئی
اپنا بفضل رحمت عالم ﷺ نہیں ہے کون

ان سے نہیں ہے پیار تو ایمان بھی نہیں
اصل یقیں و حاصل شرع متیں ہے کون

جو بہترین شیخ کا ہے کم ترین غلام
آسی ترے سوا وہ یہاں کمتریں ہے کون

يا ايها النبي جاهد الكفار والمنافقين واغلظ عليهم

اے نبی! جہاد کرو کافروں اور منافقین سے اور ان پر سختی کرو (التوبہ ۷۳)

ماہنامہ

مجلہ الحقیقہ

(پاکستان)

شعبان ۱۴۲۳ھ اکتوبر 2002ء جلد نمبر 3 شمارہ نمبر 1

زیر سرپرستی

مفکر اسلام حضرت علامہ مولانا پروفیسر **محمد حسین آسی** نقشبندی

زر تعاون

پاکستان (فی پرچہ) 10 روپے سالانہ بذریعہ ڈاک -/124 روپے

	فی پرچہ	سالانہ چندہ
یورپ	1 پونڈ	10 پونڈ
یو ایس اے	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

عکس الحقیقہ

برائے رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی، انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکر گڑھ

کمپوزنگ و ڈیزائننگ: عرفات کمپوزنگ سینٹر، جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

پبلشرز: پروفیسر محمد حسین آسی نے احمد دین پرنٹرز داتا مارکیٹ لاہور سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلہ الحقیقہ نقش لاثانی نگر، شکر گڑھ فون نمبر: 451734 (نارووال) سے شائع کیا

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

یونس-۶۳

ترجمہ: سن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمۃ الحقیقہ

اداریہ

معراج شریف اور ہم مسلمان

امام الانبیا، سید المرسلین، خواجہ لولاک لما حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کے رب قدیر وکریم جل مجدہٗ نے آپ کو بے شمار عظمتیں اور نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

لہٗ ہِمَمٌ لا مُنتہیٰ لکبارِہا

وہِمّتُہُ الصُّغریٰ اجلُّ من الدّہرِ

ترجمہ۔ حضور پر نور ﷺ کی بڑی بڑی شانیں بھی ان گنت ہیں۔ جو بظاہر ان میں سب سے چھوٹی شان ہے، وہ بھی زمانے بھر سے بڑھ کر ہے۔

حضور پر نور ﷺ کی بڑی بڑی شانوں کا مظہر آپ کا واقعہ معراج بھی ہے۔ اللہ کے حبیب ﷺ کی معراج بھی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی معراجوں کی سردار ہے۔ بڑے بڑے رسولوں کی معراج کسی مقدس پہاڑ یا مقام یا زیادہ سے زیادہ چرخ چہارم تک رہی مگر نبی اعظم، رسول افخم، جان آدم، باعث تکوین عالم ﷺ زمین سے آسمان، آسمان سے عرش معلی، عرش سے آگے نوے ہزار نوری پردے، ان سے کہیں آگے تشریف لے گئے۔ آپ ان مقامات سے گزر گئے اور خاص حریم بارگاہ میں پہنچ کر اس قرب تام پر فائز ہوئے جس کا کوئی نام ہی نہیں۔ قرآن پاک نے اُسے **قَابَ قَوْسَیْنِ** (یعنی دو کمانوں کی مقدار) سے تعبیر کیا مگر پھر آگے فرمایا۔ **اَوْ اَدْنٰی** (یعنی بلکہ اور بھی قریب) گویا اس قرب کی کوئی حد ہی نہیں۔ اور پھر اللہ جل شانہ جس نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا **لَنْ تَرَانِیْ** (تو مجھے نہیں دیکھ سکتا) اصرار پر آسمان کی صفات کی تجلی دکھائی تو مدہوش اور یہاں صفات کا نہیں ذات کا دیدار اور وہ بھی چشم سر سے پھر بھی کوئی مدہوشی نہیں۔

حضرت جمالی قدس سرہ نے کیا خوب عرض کیا ہے۔

موسیٰ ز ہوش رفت بیک پر تو صفات

تو عین ذات می نگری در تبسمی

ترجمہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے صفاتی انوار وتجلیات کی ایک جھلک دیکھی اور بے ہوش ہو گئے۔ یارسول اللہ (ﷺ) آپ کی یہ شان ہے کہ عین ذات خداوندی کو دیکھ رہے ہیں، اور (بیہوش ہونا تو کیا) تبسم فرما رہے ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے تاکہ دوسرے حضرات اپنی مرضی اور اپنے جذبہ محبت سے

بےقرار ''تلاش یار'' میں نکلتے تھے اور اپنی اپنی معراج سے سرفراز ہوتے تھے۔ یہاں روح اقدس سید الملائکہ حضرت جبریل علیہ السلام کے ذریعے دعوت دی جاتی ہے۔ لہٰذا بلائے ہوئے سے پردہ کیوں؟

طور اور معراج کے قصے سے ہوتا ہے عیاں
اپنا جانا اور ہے ، اُن کا بُلانا اور ہے

اس سارے سفر میں کتنا وقت لگا، قرآن پاک نے **لَیْلًا** فرما کر وضاحت کر دی کہ صدی نہیں، سال نہیں مہینہ نہیں، ہفتہ نہیں دن رات نہیں (یعنی چوبیس گھنٹے نہیں) رات اور وہ بھی پوری نہیں اس کا ایک تھوڑا سا حصہ تھا جس میں یہ سارا سفر طے ہوا۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروڑوں منزل میں جلوہ کر کے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آلئے تھے

غرض ہمارے حضور ﷺ نے اپنے رب کے فضل سے قلیل ترین وقت میں طویل ترین سفر کیا۔ یہ محض سفر نہیں کہ راستے میں کوئی مشاہدہ نہ کیا ہو، کسی سے بات چیت نہ کی، گئے اور اللہ کا دیدار کر کے لوٹ آئے، نہیں ایسا نہیں، بیت المقدس میں انتظار و استقبال کرنے والے تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی امامت کی اور پھر ایک طویل سیمینار ہوا جس میں مختلف انبیاء علیہم السلام نے خطبے دیے اور آخر میں حضور پُر نور ﷺ کا صدارتی خطاب ہوا۔ پھر آسمانوں پر دھوم دھام سے استقبالیہ تقریبات، پھر بیت المعمور میں فرشتوں کی امامت، دوزخ و جنت کا تفصیلی معائنہ، پھر عرش معلّیٰ اور آگے کے واقعات، غرض ان تمام تفصیلات کے ساتھ اس سفر مبارک کا اختتام، عقل شکستہ پا اور وہم خراب خستہ کیا جانے، اور کیا سمجھے، وحدہٗ نے عبدہٗ کو سیر کرائی وحدہٗ قادر مطلق ہے اور عبدہٗ عبد کامل (ﷺ) سفر معراج پر غور کرنے کے کئی پہلو ہیں۔ مگر یہاں ایک دو باتوں پر ہی اکتفا کروں گا۔

پہلی بات یہ ہے کہ جس نبی اعظم ﷺ کو ایسی یکتا معراج ہوئی، اس کی امت کو بھی کو اس کے حسب حال معراج ہونی چاہیے تھی۔ مگر امت کی موجودہ حالت کو دیکھیں تو دُکھ ہوتا ہے۔ خاتم النبیین ﷺ کی نسبت سے امت خاتم الامم (یعنی آخری امت) ہے تو امام الانبیاء علیہم السلام کی نسبت سے اسے اقوام عالم کی امامت کرنی چاہیے اور صاحب معراج ﷺ کی نسبت سے ساری قوموں سے زیادہ عروج ملنا چاہیے مگر افسوس امت خود شناس نہیں رہی، اسے اپنا مقام و منصب یاد نہیں رہا۔ وہ امت جس کے پاس آسمانی اور ارفع ضابطہ حیات ہے، دوسری قوموں کے ناقص اور زمینی ضابطہ ہائے حیات پر فریفتہ ہو رہی ہے۔ جس کے سایہ دامن میں سارے جہاں کو امن ملنا تھا۔ اب دوسروں کے سایہ دیوار میں گہری نیند سو رہی ہے بلکہ اسے سونے بھی نہیں دیا جاتا۔

افسوس! ہم معراج کا واقعہ بیان کرتے ہیں ایمان کا تقاضا ہے۔ بیان کرنا ہی چاہیے، مگر کاش کبھی اپنے آپ پر بھی غور کریں، کس طرح صاحب معراج ﷺ سے اپنی نسبت غلامی کا تذکرہ کریں۔ ہمارے آقا ﷺ زمان و مکان کی حدود سے آگے، بہت آگے نکل گئے اور ہم ہیں خاکدان عالم کی خاک چھان رہے ہیں۔

کاش ہم میں بھی اپنے نبی اعظم ﷺ کی محبت اطاعت کا سچا جذبہ ہوتا، ہمیں بھی پرواز کا شوق ہوتا اور جسمانی نہ سہی، روحانی و فکری پرواز ہی نصیب ہو

جاتی ۔مگر افسوس اہم پرواز کے بغیر ہی تھک گئے ہیں ۔ہوش سے کان دھریں تو یوں لگتا ہے جیسے واقعہ معراج آواز دے رہا ہے۔

تو اے اسیر مکاں لا مکاں سے دور نہیں
وہ جلوہ گاہ ترے خاکداں سے دور نہیں

ہمارے آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں مکانی وزمانی نسبتوں سے آزاد کر دیا تھا اور ملت ابراہیم بنا کر چھوٹی چھوٹی ملتوں میں تقسیم ہونے سے روکا تھا۔ مگر ہم نے اس سنہری سبق کو بھی فراموش کر دیا اور عربی وعجمی ، افغانی وایرانی میں گھر کر لامحدود ہونے کے باوجود محدود ہو گئے ۔ کتنی شرمناک بات ہے کہ افغانستان پر حملہ ہو تو باقی عالم اسلام جو مختلف جغرافیائی سرحدوں میں محصور ہے ، محسوس تک نہیں کرتا ، اب فراعین زمانہ عراق کو تباہ کرنے کے درپے ہیں تو ملت اسلامیہ کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی ،سعودی عرب بھی چند روز شور مچانے کے بعد اب خاموش ہی نہیں بلکہ دشمن کو اپنی سرزمین استعمال کرنے کا عندیہ بھی دے رہا ہے ، اسی طرح ایران اور پاکستان بھی دشمن کی ہٹ لسٹ پر ہیں ۔ گویا ملت اسلامیہ کے ٹکڑے جو ہم نے خود کئے ہیں ایک ایک کر کے تباہی کی زد میں آ رہے ہیں ۔ مگر کسی کو احساس نہیں ۔ کتنا اہم موقعہ تھا ملت اسلامیہ کے یکجان و یکدل ہونے کا مگر یہ بھی ضائع ہو رہا ہے ۔اور ہم خود دشمن کیلئے آسانیاں مہیا کر رہے ہیں ۔

حضور ﷺ نے توحید کا پیغام دے کر پتھر کے بت ہی نہیں توڑے بلکہ رنگ ونسل و وطن اور زمان کے بتوں پر کاری ضرب لگائی اور اپنی امت کو بلکہ پوری انسانیت کو حق اختیار کر کے ہر باطل سے جدا رہنے کی تلقین فرمائی ۔ آپ ﷺ ارضی سے ظلم وستم ختم کرنا چاہتے تھے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب انسان کو ایک رب کے حضور جھکا کر ایک اَب (یعنی باپ) کی اولاد ہونے کا سچا سبق سکھایا جائے ۔ اگر انسان اپنے خالق کو ہی مقصود ٹھہرا لے تو وہ چھوٹی چھوٹی نسبتوں میں نہیں اُلجھتا بلکہ ایسا طائر لاہوتی بن جاتا ہے کہ زماں ومکاں کی سرحدیں اُس کی نظر میں ہیچ ہو جاتی ہیں ۔ حضور پُر نور ﷺ نے معراج شریف سے ایک اہم سبق دیا ہے۔

خودی کا سر نہاں لا الٰہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لا الٰہ الا اللہ
خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں لا الٰہ الا اللہ

جب امت کو یہ سبق یاد تھا اُس وقت دنیا پر چھائی ہوئی تھی ، کوئی اس کے سامنے سر نہ اٹھاتا تھا ۔ جہاں کہیں کوئی مظلوم پکارتا تھا ، رحمۃ للعالمین ﷺ فوراً پہنچ جاتے تھے ۔ ان کے خلوص و بے نفسی رعب وجلال ، انسانی ہمدردی ، اسرار کائنات کی گرہ کشائی کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی ۔ اس وقت طارق بن زیاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان میں اُن کا یہ نعرہ شرق وغرب میں گونج رہا تھا کہ

ہر ملک ملک ما ست کہ ملکِ خدائے ماست

آج ملت اسلامیہ کا اپنا بدن کشمیر میں لہولہان ہے ۔ فلسطین میں زخم زخم ہے چیچنیا میں مبتلائے ستم ہے ۔ مگر الگ الگ بٹنے والے پھر بھی اکٹھے نہیں ہو

سکتے۔ کچھ پٹنے والے، کچھ تماشا دیکھنے والے بلکہ عملاً اپنی باری کا انتظار کرنے والے ،کاش امت اپنے معراج والے آقا و مولا ﷺ کی معراج سے کوئی سبق لیتی۔

معراج شریف کے سلسلے میں دوسری بات جس طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ معراج شریف کن حالات میں ہوئی اور اس کا ظاہری پس منظر کیا تھا۔ سو اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ حضور پُر نور ﷺ کی بعثت کو تقریباً گیارہ سال ہو چکے تھے۔ ان گیارہ سالوں میں اللہ کے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قریش مکہ کو سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کیلئے ہر ممکن تدبیر فرمائی مگر صرف چند لوگوں کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کے سوا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ کفار مکہ کی اسلام دشمنی، ظلم و ستم اور ہٹ دھرمی میں اضافہ ہی ہوا بلکہ جو خوش نصیب حضور پُر نور ﷺ پر ایمان لے آتا تھا، مصیبتوں اور اذیتوں کے طوفانوں کو گویا دعوت دیتا تھا۔ ان گیارہ سالوں میں سے ۷ نبوی سے ۱۰ کا زمانہ سارے بنو ہاشم کو (سوائے ابولہب) شعب ابی طالب میں محصور رہنا پڑا۔ ۱۰ نبوی میں باہر آئے آپ کے مہربان چچا جناب ابو طالب بھی ماہ رمضان میں انتقال کر گئے۔ اس کے تین دن بعد آپ کی غمگسار زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہو گیا۔ بظاہر یہ دو عظیم سہارے تھے، انکے رخصت ہونے کے بعد ظالموں کے ناپاک حوصلے اور بھی بڑھ گئے۔ اپنے آبائی شہر میں جسے حرم ابراہیمی کہا جاتا ہے اور جہاں سب کو گویا امان ہے، یہاں ایسا سلوک معاذ اللہ! حضور پُر نور ﷺ نے طائف کا رُخ کیا مگر ان کا سلوک اور بھی زیادہ افسوسناک اور تکلیف دہ تھا۔ اس سے زیادہ سخت اس سے پہلے کوئی دن تھا نہ بعد میں۔ حضور ﷺ واپس مکہ معظمہ میں تشریف لے آئے مگر ان کی بدتمیزیاں پہلے سے بھی کئی گنا تھیں۔ یہ حالات تھے جب معراج شریف کا واقعہ پیش آیا۔ یوں لگتا ہے۔ جیسے اس سفر معراج کا اس پس منظر میں اصل مقصود وہ تھا جسے اپنے انداز میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ القوی نے پیش کیا ہے۔

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا

دنیا والوں نے اس محبوب ﷺ کی قدر نہ پہچانی، انہوں نے اپنے بلکہ کائنات کے محسن اعظم ﷺ کو اُن کے حسانات کا بدلہ یہ دیا کہ جس حد تک پریشان کر سکتے تھے، کیا۔ تو جس کے نام پر حضور پُر نور ﷺ نے یہ اذیتیں برداشت کی تھیں، اب وہ اپنے محبوب اکرم و اعظم ﷺ کو تسلی دینے اور حوصلہ افزائی کیلئے طرح طرح کی عنایات و نوازشات کی بارش کر کے یہ بتا رہا ہے کہ دشمن اگر کج فہمی کی بنا پر تیری شان و عظمت نہیں سمجھ سکتے تو نہ سہی ہم نے ارض و سما اور مکان ولامکان کی ساری مملکت کا تمہیں دُولھا بنا ہی دیا ہے۔

ہمارے لئے اس میں یہ سبق ہے کہ ہم بھی اسلام کا پرچم فضا میں لہرائیں اور اس کے تحت ہر قسم کی قربانی دینے کیلئے تیار ہو جائیں تو عزتیں اور عظمتیں ہمارے قدم چومیں گی اور کوئی ہم پر غالب نہیں آسکے گا۔ آخری فتح حق ہی کی ہوگی اور ازل سے یہی دستور ہے۔

توحید اور محبوبانِ خدا کے کمالات

پروفیسر محمد حسین آسی

(قسط نمبر ۲۲)

یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ بعض لوگوں سے دعا کرانے والوں کے میلے لگے رہتے ہیں، اس لئے کہ انہیں مستجاب الدعوات سمجھا جاتا ہے یعنی اُن کے بارے میں یہ تاثر عام ہوتا ہے کہ اُن کی دعا بارہ گاہِ خداوندی میں قبول یا زیادہ قبول ہوتی ہے۔ پھر ایسے لوگ یکایک معاشرے کی توجہ کا مرکز نہیں بن جاتے بلکہ ایک عرصے تک اُن کی قبولیت دعا کے مشاہدات ہوتے رہتے ہیں، پھر یہ تاثر قائم ہوتا ہے اور پھر دروازے پر لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے ہیں۔ بعض لوگ اس صورتِ حال سے پریشان ہو جاتے ہیں، دعا کرانے والوں کو جاہل اور خود کو بڑا عقلمند اور معاملہ فہم خیال کرتے ہیں۔ اُن کے نزدیک خدا جب خود سنتا ہے اور خدا اور بندے کے درمیان کوئی نائب بھی حائل نہیں تو کیوں نہ خود ہی دعا کر لی جائے۔ حقیقت یہ ہے ایسے لوگ عقلمند ہوتے ہیں نہ معاملہ فہم، غرور و تکبر نفس نے اُن کی عقل پر پردے ڈال رکھے ہیں اور مقدر نے اُن کی محرومی پر مہر کر رکھی ہے۔ افسوس انہیں ہادی دارین معلم کونین ﷺ کا یہ ارشاد بھی یاد نہیں جس میں بعض مخصوص لوگوں کی دعا کی قبولیت کا صراحت سے ذکر ہے مثلاً مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا، روزہ دار کی دعا بوقت افطار، والدین کی دعا اولاد کے حق میں، امام عادل کی دعا وغیرہ

چورہ شریف علی پور سیداں شریف، سیال شریف، شرقپور شریف جیسے مقدس آستانوں پر حاضر ہونے والے لوگ قرآنی فیض کے حصول ہی کیلئے آتے ہیں۔

پھر غور فرمائیے، حضور اکرم ﷺ کی مشہور حدیث پاک ہے:

لَا یَرُدُّ الْقَضَآءَ اِلَّا الدُّعَآءُ (ترمذی)

ترجمہ۔ مقدر کو دعا کے سوا کوئی نہیں پھیر سکتا۔

فرمائیے دعا کی اہمیت کے بارے میں اس سے زیادہ پُرزور انداز کونسا ہو سکتا تھا؟ مگر یہ بھی سوچئے تقدیر کو بدلنے والی دعا کیا ہر ایک کی دعا ہے، نہیں، ایسا نہیں۔ خود حدیث پاک کے الفاظ پر غور فرمائیے الدُّعَآءُ سے معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر بدلنے والی دعا کوئی خاص دعا ہے۔ اور ظاہر ہے خاص بندوں کی خاص دعا ہی ہوتی ہے۔ ایک اور حدیث پاک ہے۔

وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَجِیْبُ دُعَآءً مِّنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاہٍ (ترمذی شریف)

ترجمہ۔ اور جان لو خدا غافل اور کھیلنے والے دل کی دعا قبول نہیں فرماتا۔

فرمائیے کیا یہ کیفیت ہمارے دل کی نہیں، یقیناً ہمارے دل ایسے نہیں جن سے نکلی ہوئی دعا شرف قبولیت حاصل کر سکے۔

تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اس کا سیدھا سادا سا جواب یہی ہے کہ جن لوگوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں، اُن سے اپنے لئے دعا کی التجا کریں۔

چنانچہ اس کی صراحت بھی حدیث پاک میں آ گئی ہے ارشاد عالی ہے۔

حدیث پاک میں آیا کتنے لوگ ایسے ہیں کہ قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے

ان خير التابعين رجل يقال له أويس وله والدة وكان به بياض فمروه فليستغفر لكم ۔ (مسلم شریف)

ترجمہ۔ بیشک تابعین میں سے بہترین اویس ہے اس کی والدہ ہے۔ اس سے کہنا تمہارے لئے دعائے مغفرت کرے اس حدیث کے راوی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں گویا آپ جیسے اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضور پر نور ﷺ حضرت اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دعا کرانے کی تلقین فرما رہے ہیں۔

اس سے کوئی شخص اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو جائے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام سے بھی افضل ہیں بلکہ اس حقیقت کو واشگاف کیا جا رہا ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد بھی ایسے لوگ ہوں گے جن کی دعائیں قبول ہوں گی۔ گویا حضور سرور انبیا علیہم السلام کا فیض صحابہ تک یا ایک دور تک محدود نہیں بلکہ جب تک امت زندہ ہے۔ زندہ نبی ﷺ کا فیض بھی زندہ و تابندہ رہے گا۔ نیز امت کو اطمینان دلایا جا رہا ہے کہ میں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہی نہیں جانتا بعد میں آنے والے بھی میری نگاہ میں ہیں۔ اور نگاہ نبوت سے کسی کی ذات، صفات حلیہ، درجات، خاندان غرض کوئی چیز پوشیدہ نہیں، چنانچہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مزید تفصیلات بھی مسلم شریف کی دوسری روایات میں موجود ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان سے دعا کرانے کی تلقین بھی دراصل تعلیم امت کیلئے ہے۔ چنانچہ اس سلسلے کی ایک روایت میں ہے کہ ایک ناشناس آدمی نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے حقارت آمیز انداز میں ذکر کیا تو آپ نے اسے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان بتائی اور اسے آپ نے دعا کرانے کی ترغیب دی۔ رہ گئی یہ فاضل ومفضول کی بحث، تو اس روایت پر غور فرمائیں، کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا۔ **لا تنسنا يا أخي من دعائك ۔**

ترجمہ۔ اے میرے پیارے بھائی ہمیں اپنی دعا سے فراموش مت کرنا۔

یہ دونوں روایتیں وضاحت کر رہی ہیں کہ نبی ﷺ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور صحابی تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دعا کیلئے فرما رہا ہے۔ تو ہم گنہگار کیوں نہ اللہ کے پاک بندوں سے دعا کیلئے عرض کریں۔ خصوصاً اس وقت جب ہم گناہوں میں ڈوبے ہوئے اور مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں۔ اب وہ لوگ غور کریں جو اللہ والوں سے دعا کرانے کے سخت مخالف ہیں۔ اور کہتے پھرتے ہیں کہ کیا خدا سب کی نہیں سنتا؟

بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی کہ سب کی دعائیں یکساں نہیں اور ان کا اثر یکساں نہیں بلکہ سب کی عبادت ایک جیسی نہیں اور سب کی تلاوت ایک جیسی نہیں۔ میرے جیسے گنہگار، سو دفعہ سورہ فاتحہ (جو شافیہ بھی ہے) بھی پڑھ کر دم کریں تو وہ اثر نہیں ہوگا جو ایک مرد حق کے محض ایک بار سورہ فاتحہ بلکہ اس کی صرف پہلی آیت پڑھنے سے ہوگا۔ **سبحن الله** رب ایک، اس کا کلام ایک مگر اثر مختلف۔ کیوں؟ اس لئے کہ پڑھنے والے ایک جیسے نہیں۔ ان لوگوں کو تو چھوڑیے جنکے بارے میں حدیث پاک میں آیا کہ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں کہ قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے، یا وہ جنکے بارے میں فرمایا گیا کہ قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترتا۔ ہاں بات ان کی کیجئے جو مومن مخلص ہیں۔ کیا سب کی تلاوت ایک جیسی ہے اور تلاوت کا اثر ایک جیسا ہے۔ مشاہدہ بتاتا ہے کہ ایسا ہرگز نہیں۔ جب سب کی تلاوت اور تلاوت کا اثر مختلف ہے تو یقیناً سب کا فیض بھی ایک جیسا نہیں ہو سکتا، ممکن ہے کوئی ضد کی بنا پر اس کا بھی انکار کر دے۔ مگر دیکھئے احادیث اٹھا کر صحابہ

رضوان اللہ علیہم اجمعین پڑھتے تھے تو کیا ہوتا تھا مثلاً صرف ایک روایت حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابی سورہ کہف کی تلاوت کررہے تھے اور ان کے ایک جانب دو رسیوں میں گھوڑا بندھا ہوا تھا۔ آسمان سے بادل اترے۔ اور گھوڑے کے قریب ہوتے رہے یہاں تک کہ اس کو ڈھانپ لیا۔ صبح کو انہوں نے حضور رسول خدا ﷺ کو ماجرا سنایا تو آپ نے فرمایا:

تِلْكَ السَّكِينَةُ تَنَزَّلَتْ بِالْقُرْآنِ (بخاری ومسلم)

ترجمہ۔ یہ سکینہ (رحمت) تھی جو تلاوت قرآن پاک کی وجہ سے نازل ہوئی تھی۔

فرمایئے قرآن تو اب بھی موجود ہے اور اسے رات کو پڑھنے والے بھی ہزاروں نہیں بلکہ عالم اسلام میں لاکھوں لوگ ہوں گے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور سے آج تک کہ اربوں ایسے لوگ ہوں گے جو اس کی تلاوت کرتے ہوں مگر ایسا کوئی واقعہ کیا بعد میں بھی رونما ہوا۔ وجہ وہی یعنی صحابہ کے بعد کوئی ایک شخص بھی نہیں جو کسی ایک صحابی ہی کے برابر ہو۔

اور سنیئے! حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بسم اللہ شریف پڑھ کر زہر کی شیشی منہ میں انڈیل لینا اور ذرا فرق نہ پڑنا نیز اسے اسلام کی حقانیت کی دلیل قرار دینا یقیناً اس بات کا ثبوت ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کا پڑھنا موت سے بچا سکتا ہے۔ اس قسم کی کتنی ہی روایات ہیں کس کس کو لکھئے۔ یہاں بخاری شریف سے ایک روایت درج کی جاتی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے کچھ اصحاب ایک سفر میں گئے تھے۔ جاتے جاتے ایک قبیلے کے قریب اترے اور چاہتے تھے کہ قبیلے والے مہمانی کریں مگر انہوں نے انکار کردیا۔ اتفاق سے ان کے سردار کو بچھو (یا سانپ) نے کاٹ کھایا اور اُن کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ کچھ لوگ اُن سے کہنے لگے چلو ان لوگوں سے پوچھیں جو یہاں آن کر اترے ہیں، شاید ان میں کوئی اس کا منتر جانتا ہو، وہ آئے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کہنے لگے "لوگو! ہمارے سردار کو بچھو یا سانپ نے کاٹ کھایا ہے اور ہم نے سب جتن کئے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تم میں سے کسی کو اس کا منتر معلوم ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کوئی بولا خدا کی قسم میں اس کا منتر جانتا ہوں لیکن تم لوگوں سے ہم نے یہ چاہا کہ ہماری مہمانی کرو تو تم نے نہ مانا، اب میں تمہارے لئے منتر پڑھنے والا نہیں جب تک ہمیں اس کی مزدوری نہ دو، آخر چند بکریاں اجرت ٹھہری، وہ صحابی گیا اور سورہ فاتحہ پڑھ پڑھ کر تھوکنے لگا، وہ ایسا ٹھیک ہوا جیسے کوئی رسی سے بندھا ہو اور کھول دیا جائے اور ٹھیک ٹھاک چلنے لگا، اس کو کوئی دکھ نہ رہا۔ جو بکریاں ٹھہری تھیں وہ انہوں نے دیں۔ (کتاب الاجرت)

سوال یہ ہے کہ اب بھی فاتحہ کے دم سے مریضوں کو شفا دینے والے تو ہوں گے مگر کتنے؟ فاتحہ کا ایک نام شافیہ بھی ہے۔ بلکہ سارے قرآن پاک کو شِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ (یونس۔۵۷)

(یعنی شفا ان لوگوں کیلئے جو سینوں میں ہیں اور ہدایت اور رحمت اہل ایمان کیلئے) فرمایا گیا۔

ہاں ہاں قرآن پاک یقیناً شفا ہے مگر ہماری زبانیں ایسی نہیں کہ اس کی شفا کا مظہر بن سکیں۔ اکا دکا لوگ اب بھی ہیں جنکی تلاوت سے مریض صحت یاب ہو جاتے ہیں، مقدمات میں کامیابی مل جاتی ہے۔ بے اولاد کو اولاد سے نوازا جاتا ہے، غربت وافلاس کے دھوئیں غائب ہوجاتے ہیں، بھوت پریت سے نجات مل جاتی ہے، مگر سب کو تلاوت قرآن سے یہ فائدے میسر نہیں آتے۔ قرآن خیر ہی خیر، رحمت ہی رحمت اور شفا ہی شفا ہے۔ مگر پھر

بھی سب کو ایک جیسا فیض نہیں ملتا، اس کی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ جس کا دل خدا اور رسول علیہ الصلوۃ والسلام کی محبت سے مالا مال ہے۔ اور جو جان و دل سے انکے ہر حکم پر قربان ہے، وہ فیض پانے کا زیادہ حقدار ہے اگرچہ کم پڑھا لکھا بلکہ بالکل ان پڑھ ہو۔ اور جس کا دل دنیا کی محبت میں ڈوبا ہوا ہو، حرص وہوس سے تاریک یا غرور وتکبر اور ریا وسمعہ سے سیاہ ہو چکا ہے، قرآنی انوار وبرکات سے اتنا ہی محروم ہوتا ہے۔ ہم جیسے گنہگار لوگ جو اپنی بدعملی، کوتاہی، قلت اخلاص کے مریض ہیں اگر قرآن پاک سے فیض حاصل کرنا چاہیں اور یہ بھی ایمان رکھتے ہوں کہ خدا کا کلام منبع ہر خوبی، مخزن ہر شفا اور مطلع ہر رحمت ہے۔ تو کیا کریں گے، خدا کے مخلص بندوں کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا و توجہ کی التجا کریں گے۔ وہ کوئی آیت یا اس کا بھی کوئی حصہ پڑھ کر دم کریں گے، ہمارا کام بن جائے گا اور ہم قرآن پاک سے بلاواسطہ نہیں تو بالواسطہ فیض حاصل کر ہی لیں گے۔ اولیاء وصوفیہ کی کرامات کیا ہیں یوں سمجھئے قوت توحید کے مظاہر اور انوار قرآنی کے جلوے۔ خدانخواستہ ایسے لوگ دنیا سے بالکل ناپید ہو جائیں تو توحید کی عظمت اور قرآن پاک کے فیض کے اجاگر ہونے کی کیا صورت ہوگی۔ انصاف سے سوچئے محبوبان خدا کے کمالات کے منکرین قرآن پاک کے فیض سے خود محروم ہونے کے بعد اب کس طرح باقی امت کو بھی اپنی طرح محروم کرنا چاہتے ہیں گویا۔

خود تو ڈوبے ہیں صنم، تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے

پر عمل پیرا ہیں۔

ذرا خیال فرمایئے ایک شخص قرآن پاک پڑھتا ہے کہ اس کی مراد حاصل ہو، اسے صحت ملے یا مقدمے میں کامیابی حاصل ہو، مگر اس کے پڑھنے سے بظاہر کچھ نہیں ہوتا تو اب وہ یہ خیال کرے کہ (معاذ اللہ) قرآنی فیض محض افسانہ ہے، اس میں حقیقت کچھ نہیں یا یہ خیال کرے کہ قرآنی فیض تو شک وشبہ سے بالاتر ہے البتہ میری زبان سے اس کی اصل تاثیر نہیں ہوتی اس لئے چلو کسی ایسے شخص کی تلاش کرتے ہیں جو فیض قرآنی کا مظہر ہو تو وہ اولیاء اللہ کے آستانوں پر حاضر ہو جائے حق یہ ہے چورہ شریف، علی پور سیداں شریف، سیال شریف، شرقپور شریف جیسے مقدس آستانوں پر حاضر ہونے والے لوگ قرآنی فیض کے حصول ہی کیلئے آتے ہیں اور ان کے آستانوں سے روکنے والے دراصل قرآنی فیض سے محروم اور اللہ کے کلام کی رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں۔ یقین جانئے اللہ کے کلام کے اپنے معجزات اور فیوض وبرکات ہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ معجزات اور فیوض وبرکات سے خالی ہو تو اللہ کا کلام کیسا؟ پھر ان معجزات وغیرہ کا ایک چرچا ہے، جو ہر طرف برپا ہے اور ایک شور ہے جو ہر طرف گونج رہا ہے۔ اس کے جلال سے دنیا بھر کے شیاطین لرزاں ہیں اور اس کے خوف سے اقوام عالم ہراساں ہیں۔ بظاہر یہ ایک کتاب ہے مگر اس کے خوف سے امریکہ کے فرعونوں کی نیندیں حرام ہو گئی ہیں۔ اگر اللہ کا کلام نہ ہوتا تو ایسا جلال بھی نہ ہوتا۔ حضرت مولانا محمد یوسف سیالکوٹی (م ۱۹۶۸) قیام پاکستان سے پہلے بھی بڑے دھڑے کے خطیب تھے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک دور دراز علاقے میں خطاب کیلئے گیا تو ہندوؤں کا مشہور مناظر بچھو رام بھی اس بستی میں آ گیا۔ میں نے خطاب کے دوران اعلان کیا کہ بچھو رام اگر مقابلہ و مناظرہ کرنا چاہتا ہے اور قرآن پاک اور وید پر گفتگو کرنا چاہتا ہے تو آ جائے، درخت کی کسی کٹی ہوئی سوکھی شاخ پر وہ وید اور میں قرآن پڑھ کر دم کرتا ہوں۔ جس کے دم سے شاخ سبز ہو جائے اس کا دین سچا۔ مولانا فرماتے تھے کہ بچھو رام راتوں رات دم (کتا کر نہیں)

> وہ بندے جو خلوص قلب سے اپنے اللہ کی یاد میں مگن رہتے ہیں اور دن رات اس کے آستان عظمت پر جھکے رہتے ہیں۔ بارگاہ الٰہی سے انہیں یہ انعام ملتا ہے کہ دنیا کی محفلیں ان کے ذکر سے گرم ہوں اور جس گری حشق سے وہ یا اللہ یا اللہ کرتے رہتے دنیا بھی ذوق وشوق سے انہیں یاد کرے۔

دبا کر بھاگ گیا۔

یہ اللہ والے قرآن پاک سے اپنے قلبی وروحانی رابطے کی بنا پر جس کسی کو کوئی قرآنی وظیفہ سکھاتے ہیں، اُس میں بھی دوسروں سے زیادہ تاثیر ہوجاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ بعض دفعہ ہم دیکھتے ہیں کہ زیادہ پڑھا لکھا شخص اس قرآن پاک سے وہ فائدہ وفیض نہیں حاصل کرسکتا جتنا ایک کم پڑھا بلکہ مقابلتاً ان پڑھ شخص بھی حاصل کرلیتا ہے۔وجہ دریافت کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس ان پڑھ کو فلاں ولی نے اجازت دے رکھی ہے۔ولی جب خصوصی وظیفہ ارشاد فرماتا ہے تو اپنی خصوصی توجہ بھی ساتھ کردیتا ہے۔

(میں حضور نقش لاثانی علی پوری قدس سرہ النورانی کا ادنیٰ سا غلام ہوں، میں نے اپنی آنکھ سے ایسے کئی واقعات دیکھے ہیں) بلکہ قرآنی انوار میں ڈوبے ہوئے مقدس لوگوں کے اپنے نام بھی دوسروں کیلئے وظیفہ بن جاتے ہیں۔

آیئے ایک واقعہ سنئے جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے بیان فرمایا۔

غالباً حدیقہ ندیہ میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ دجلہ پر تشریف لائے اور یا اللہ کہتے ہوئے اس پر زمین کی مثل چلنے لگے، بعد میں ایک شخص آیا۔اُسے بھی پار جانے کی ضرورت تھی۔کوئی کشتی اس وقت موجود نہیں تھی۔جب اُس نے حضرت کو جاتے دیکھا، عرض کی میں کس طرح آؤں۔فرمایا یا جنید یا جنید، کہتا چلا آ۔اس نے یہی کہا اور دریا پر زمین کیطرح چلنے لگا۔جب بیچ دریا میں پہنچا۔شیطان لعین نے دل میں وسوسہ ڈالا کہ حضرت خود تو یا اللہ کہیں اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں۔میں بھی یا اللہ کیوں نہ کہوں۔اس نے یا اللہ کہا اور ساتھ ہی غوطہ کھایا۔پکارا، حضرت میں چلا۔فرمایا وہی کہو یا جنید یا جنید جب کہا دریا سے پار ہوا عرض کی حضرت یہ کیا بات تھی آپ یا اللہ کہیں تو پار ہوں اور میں کہوں تو غوطہ کھاؤں۔فرمایا۔ارے نادان ابھی تو جنید تک تو پہنچا نہیں، اللہ تک رسائی کی ہوس ہے، اللہ اکبر!

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صوفی اور مرشد ہی نہیں تھے، اپنے دور کے بہت بڑے فقیہ، خطیب اور مفتی بھی تھے۔تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ کسی نے حضور اکرم ﷺ کے ہمراہ حضرت جنید کو خواب میں دیکھا اور ایک شخص نے کوئی فتویٰ حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپ نے حضرت جنید کی طرف اشارہ کردیا۔اس نے کہا جب حضور خود تشریف فرما ہیں تو دوسرے کی کیا ضرورت ہے۔حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کو اپنی امت پر فخر ہے لیکن مجھے اپنی امت میں جنید پر اس سے بھی زیادہ فخر ہے۔

حضرت جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاذ اللہ یہ مطلب نہیں تھا کہ دوسروں کو یا اللہ نہیں کہنا چاہیئے۔بلکہ مقصود یہ تھا یا اللہ اگرچہ بہترین وظیفہ ہے۔اس کا بے حد ثواب ہے۔مگر دنیا میں اس کی فوری تاثیر اُسی وقت ہوگی۔جب یا اللہ کہنے والا حرص وہوس سے خالی، تکبر وغرور سے پاک، انوار توحید سے آراستہ اور تجلیات قرآن سے پیراستہ ہوگا۔یا جنید راستہ ہے، یا اللہ منزل ہے۔یا جنید وسیلہ ہے، یا اللہ مقصود ہے۔جو اس وسیلے کو مضبوطی سے تھامے گا تو پھر وقت بھی آجائے گا جب یا اللہ تک پہنچ جائے گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن پاک کے فیض سے بعض دفعہ اس کے قاریوں کا نام بھی سراپا فیض بن جاتا، مگر اولیاء اللہ کو پکارنے کی وجہ یہی نہیں اور بھی ہے۔اس سلسلے میں درج ذیل اقتباس پر غور کریں جو تذکرۃ الاولیاء سے لیا گیا ہے۔

"ایک مرتبہ کوئی جماعت کسی مخدوش راستے پر سفر کرنا چاہتی تھی۔لوگوں نے آپ (یعنی حضرت ابوالحسن خرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے عرض کیا کہ ہمیں کوئی ایسی دعا بتادیجئے جس کی وجہ سے ہم راستے کے مصائب سے محفوظ رہ سکیں۔آپ نے فرمایا کہ جب تمہیں کوئی مصیبت پیش آئے تو مجھ کو یاد کرلینا۔لیکن لوگوں نے آپ کے اس قول پر کوئی توجہ نہیں دی اور اپنا سفر

شروع کر دیا۔ لیکن راستے میں ان کو ڈاکوؤں نے گھیر لیا۔ تو ایک شخص جس کے پاس مال واسباب بہت زیادہ تھا۔ جب ڈاکو اس کی طرف متوجہ ہوئے تو اس نے صدق دل سے آپ کا نام لیا جس کے نتیجے میں مال واسباب سمیت لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ڈاکوؤں کو بہت تعجب ہوا۔ مگر جن لوگوں نے آپ کو یاد نہیں کیا تھا وہ سب لوٹ لئے گئے۔ پھر ڈاکوؤں کی واپسی کے بعد وہ سب کی نظروں کے سامنے آیا اور جب اُس سے پوچھا گیا کہ تو کہاں غائب ہو گیا تھا تو اس نے کہا کہ میں نے سچے دل سے شیخ کو یاد کیا تھا اور خدا نے اپنی قدرت سے مجھے سب کی نگاہوں سے پوشیدہ فرما دیا۔ اس واقعہ کے بعد جب وہ جماعت خرقان واپس آئی تو حضرت ابوالحسن سے عرض کیا کہ ہم صدق سے خدا کو یاد کرتے رہے اس کے باوجود بھی ہمارا مال لوٹ لیا گیا۔ لیکن جس شخص نے آپ کو یاد کیا وہ بچ گیا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم صرف زبانی طور پر خدا کو یاد کرتے تھے اور ابوالحسن خلوص قلب سے خدا کو یاد کرتا ہے لہٰذا تمہیں چاہیے کہ ابوالحسن کو یاد کرو کیونکہ ابوالحسن تمہارے لئے خدا کو یاد کرتا ہے اور خدا کو صرف زبانی طور پر یاد کرنا بے سود ہوتا ہے۔"

میرا خیال ہے اب یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ اولیاء اللہ کو پکارنے کا حکم کیوں دیا گیا۔ وہ بندے جو خلوص قلب سے اپنے اللہ کی یاد میں مگن رہتے ہیں اور دن رات اُس کے آستانہ عظمت پر جھکے رہتے ہیں۔ بارگاہ الٰہی سے انہیں یہ انعام ملتا ہے کہ دنیا کی محفلیں اُن کے ذکر سے گرم ہوں اور جس گرمی عشق سے وہ یا اللہ، یا اللہ کرتے رہے، دنیا بھی ذوق وشوق سے انہیں یاد کرے۔ اسی لئے قرآن پاک نے فرمایا۔

فَاذْكُرُونِيْ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝ (البقرہ۔۱۵۲)

ترجمہ۔ تو میری یاد کرو میں تمہارا چرچا کروں گا اور میرا حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔

ذکر سے مراد یہاں چرچا تو گویا جو لوگ اللہ کو خلوص محبت سے یاد کرتے ہیں، اُن کو اللہ کی بارگاہ سے جو صلہ ملتا ہے اس کا ایک عنوان یہ ہے کہ دنیا میں اُن کا چرچا ہوتا ہے اور صدیاں بیت جانے کے باوجود اُن کی شہرت روز افزوں ہی ہوتی ہے۔ اور عمر بھر خلوص دل سے یا اللہ، یا اللہ کہنے والوں کے نعرے آخر تک گونجتے ہیں، یا غوث یا خواجہ، یا فرید، یا مجدد الف ثانی، یا شاہ لاثانی، یا نقش لاثانی کی صدائیں **اذکرکم** کی عملی تفسیریں ہوتی ہیں۔

اولیاء اللہ کا یہ ذکر خیر اور ان کے نام کی یہ دہائی کی بنیاد ایک اور بھی ہے۔ قرآن پاک میں حضور پُر نور ﷺ سے وعدہ فرمایا گیا ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ (الم نشرح۔۴)

ترجمہ۔ اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

لک میں "ل" ملکیت کا ہے گویا حضور پُر نور ﷺ کو اس رفعت ذکر کا مالک کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا جو بھی حضور پُر نور ﷺ سے متعلق ہو گا اور جس پر حضور پُر نور ﷺ کی نظر کرم ہو گی۔ رفعت ذکر سے نوازا جائے گا۔ اس میں کیا شک ہے کہ جن حضرات کے نعرے حضور پُر نور ﷺ کی نسبت سے فضا میں گونج رہے ہیں، انکا نام ہمیشہ بلند رہے گا اور ان کا ذکر خلق خدا کی زبان پر جاری رہے گا۔

یوں سمجھئے قدرت کاملہ انہیں ذکر خداوندی اور اتباع مصطفوی (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے انعام میں زندہ جاوید دیکھنا چاہتی ہے، یہ بات گویا مقدر ہو چکی کہ انکا ذکر نہ مٹے تو اس کی ایک ظاہری صورت بھی بنا دی۔ وہ کیا؟ انکے دروازے سے لوگوں کی اُمیدیں اور آرزوئیں وابستہ کر دیں۔

حدیث پاک میں ہے۔

اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا صَیَّدَ حَوَائِجَ النَّاسِ اِلَیْہِ (الامن والعلی بحوالہ مسند الفردوس)

ترجمہ = اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے لوگوں کا قبلہ حاجات بنا دیتا ہے۔

یہ حدیث پاک شاید پہلے بھی کسی قسط میں آ چکی ہے۔ سرکار ابد قرار دولت مدار ﷺ فرماتے ہیں۔۔

اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا اِسْتَعْمَلَہٗ عَلٰی قَضَاءِ حَوَائِجِ النَّاسِ ۔ (الامن والعلی بحوالہ بیہقی فی الشعب)

ترجمہ۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس سے مخلوق کی حاجت روائی کا کام لیتا ہے۔

دونوں روایتوں میں اس دنیا کی قید نہیں لگائی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور جان سرور ﷺ کو جامع کلمات عطا فرمائے گئے خود فرماتے ہیں۔ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ ۔ (مسلم شریف)

ترجمہ۔ مجھے جامع کلمات عطا فرمائے گئے۔

ان جامع کلمات کا اثر یہ ہے کہ حضور پر نور ﷺ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معانی سمیٹ دیتے ہیں۔ لہٰذا ان دونوں بلکہ ان جیسی متعدد احادیث مقدسہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو قبلہ حاجات بناتا ہے، صرف اس وقت تک کیلئے نہیں جب وہ دنیا میں جلوہ افروز ہوں بلکہ اس وقت بھی وہ مرجع حوائج، غوث، داتا، خواجہ ہوتے ہیں جب قبروں میں آرام فرما ہوتے ہیں۔ چنانچہ ان کی حاجت روائی اور مشکلکشائی کا جو چرچا ان کے جیتے جی تھا، وہ ان کے وصال کے بعد بھی قائم بلکہ روز افزوں ہوتا ہے۔ پھر جسطرح وہ اپنی زندگی میں اپنے اخلاق کریمانہ سے اسلام کی اشاعت وتبلیغ کرتے تھے، یونہی اُن کے وصال کے بعد اُن کی قبروں سے حاجت روائی ومشکلکشائی کا سلسلہ اسلام کی تبلیغ واشاعت کا ذریعہ ہوتا تھا۔ جیسے جیتے جی اُن کی صحبت سے مردہ دل زندہ ہوتے تھے۔ یونہی اُن کے وصال کے بعد مزار شریف کے قریب بیٹھ کر بھی ولولہ، تازہ ملتا ہے۔ (اور جیسے دنیوی زندگی میں شیطان اُن کے فیض کے منکر اور ان کے آستانوں کے دشمن تھے، یونہی وصال کے بعد بھی خدا کے دشمن اُنکے فیض سے خود محروم اور دوسروں کو محروم کرنے کیلئے دوڑ دھوپ کرتے رہتے ہیں)

آپ گذشتہ صفحات میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد عالی دیکھ چکے ہیں کہ کسی کو مدد کی ضرورت ہو تو پکارے۔

یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ

اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔

خیال فرمایئے اللہ کے بندے مطلقاً فرمایا۔ ظاہر ہے۔ اگر زمین پر چلنے پھرنے والے بھی اللہ کے بندے ہیں تو قبروں کے مکین بھی تو اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ کا بندہ کہیں بھی ہے اللہ کی مخلوق کا مددگار ہے۔ اور اُسے اللہ نہیں، اللہ کا بندہ سمجھ کر پکارنا شرک نہیں۔ پھر اللہ کے بندے کا دُور سے سننا اور حاجت روائی ومشکلکشائی فرمانا اللہ کا بندہ ہونے کی دلیل ہے۔ تو اس کی خدا داد قوتوں اور کمالات کا اقرار شرک کیونکر ہو سکتا ہے۔

پھر جس طرح یا عباد اللہ کہنا شرک نہیں بلکہ توحید کی دلیل ہے (اس طرح کہ رب یکتا ہی نے اپنے خاص بندوں کو یہ طاقتیں عطا فرمائی ہیں) تو یا علی، یا غوث، یا داتا کے نعرے بھی توحید کی ہی دلیل ہیں۔

درس قرآن

سماعت موتٰی

غلام مصطفےٰ مجددی ایم اے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆☆☆

اللہ ذوالجلال نے فرمایا!

☆......بیشک آپ مردوں اور بہروں کو نہیں سنا سکتے جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں (سورۃ النمل آیت ۸۰)

☆......اور زندہ اور مردہ برابر نہیں ہو سکتے، بیشک اللہ جسے چاہے سنا دیتا ہے، اور تم انہیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں پڑے ہیں۔ (سورۃ الفاطر آیت ۲۲)

☆......اور یاد کرو جب ابراہیم نے کہا اے میرے رب، مجھے دکھلا دے تو کس طرح مردوں کو زندہ کرے گا، فرمایا، کیا تمہیں یقین نہیں، کہا کیوں نہیں، لیکن دل کی تسکین چاہتا ہوں، فرمایا چار پرندے پکڑ لے، انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دے پھر انہیں بلا، وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے، اور جان لے بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۶۰)

☆......(اے عیسیٰ) اور جب تم میرے حکم سے مردوں کو نکال کھڑے کرتے تھے۔ (سورۃ المائدہ آیت ۱۱۰)

اشارات

☆......مذکورہ آیات قدسیہ پر ذرا سا غور کرنے والے پر روشن ہو جائے گا کہ وفات یافتہ لوگ بھی سن سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تو یہ کہا ہے کہ تم نہیں سنا سکتے، یہ کب کہا ہے کہ وہ سن نہیں سکتے۔

☆......ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اموات کو قوت سماعت مل سکتی ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی ان کو سنانے والا ہے، ہم نہیں سنا سکتے۔

☆......دوسری آیت مبارکہ کے بارے میں مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب نے لکھا ہے "اللہ تعالیٰ چاہے تو مردوں کو بھی سنا دے"

ارے کیا اہل قبور تک ہماری آواز پہنچانے پر اللہ تعالیٰ قادر نہیں؟ آیت میں واضح طور پر ہمارے سنانے کی نفی ہے۔ کہ ہم صرف اپنی مرضی سے نہیں سنا سکتے۔ اللہ تعالیٰ کے سنانے اور اہل قبور کے سننے کی ہرگز نفی نہیں ہے۔ یعنی اسماع کی نفی ہے سمع کی نفی نہیں، (ضیاء القرآن جلد ۳ صفحہ ۲۶۶)

☆......پرندے مر چکے تھے، ان کے وجود کا قیمہ بن چکا تھا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آواز ماری، اللہ تعالیٰ نے ان کی آواز میں تاثیر پیدا فرمائی، وہ آواز ان مردہ پرندوں تک پہنچی، ان میں جان پڑی، وہ دوڑتے ہوئے بارگاہ خلیل میں حاضر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ ہمارے سنانے سے مردہ پرندے بھی سنتے ہیں، یہ موحد کہتے ہیں کہ قبروں والے انسان بھی نہیں سنتے،

☆......حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آواز مردہ پرندوں تک پہنچانے والا قادر کریم ہی ہماری آواز کو مردوں تک پہنچاتا ہے

☆......کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آواز قم باذن اللہ مردوں تک نہیں پہنچتی تھی اور مردے سن کر زندہ نہیں ہوتے تھے۔

☆......قرآن پاک نے ان آیات قدسیہ کی امثال اور بھی بیان فرمائی ہیں جو ہمارے موقف کی بنیاد ہیں۔

☆......شہداء پر بھی موت وارد ہوتی ہے، وہ بھی "انک میت و انھم میتون" کے حکم میں داخل ہیں لیکن قرآن پاک ہی اعلان فرماتا ہے کہ شہید زندہ ہیں تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے، وہ اپنے رب کی بارگاہ سے رزق بھی حاصل کرتے ہیں،، جب شہید زندہ ہیں تو ولی اور نبی کیوں زندہ نہیں، بلکہ قرآن پاک تو کہتا ہے ہر نیک عمل اور حسن اعتقاد والا انسان حیات طیبہ کا سزاوار ہوتا ہے۔

☆......قوم موسیٰ نے گائے کے گوشت کا ٹکڑا "مردہ جسم" پر مارا تو وہ زندہ ہو گیا۔ یہاں بھی غور کرنے والوں کو غور کرنے کی دعوت ہے۔

☆......اللہ پاک نے فرمایا، ہمارے نبیوں سے پوچھو جنہیں ہم نے آپ سے پہلے مبعوث کیا، کیا ہم نے رحمن کے سوا اور معبود بنائے تھے جن کی عبادت کی جائے (سورۃ الزخرف آیت ۴۵) آپ ہی بتایئے اگر سابقہ

انبیاء کرام سنتے نہیں تو ان سے سوال کیوں کرایا جارہا ہے۔ اگر ان سے رابطہ محال ہے تو ان سے کیا پوچھا جارہا ہے۔ اس کی نظیر معراج کی رات مشاہدہ کی جاسکتی ہے۔ وہ قبروں والے قبروں سے اٹھے، نماز پڑھی صاحب معراج صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمکلام ہوئے، وہ سنتے بھی رہے سناتے بھی رہے، یہ سب کچھ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے ہوتا رہا۔ اور ایمان والے مانتے رہے۔

☆...... حضرت عزیز علیہ السلام اور اصحاب کہف کے واقعات میں اللہ تعالی کی قدرتوں کا نظارہ کیجئے۔

☆...... حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی مردہ قوم سے خطاب فرمایا "اے قوم! میں تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا ہوں، اور تمہاری بہتری کی نصیحت کی، تو اب کیوں کافروں کے غم میں پڑوں۔ (سورۃ الاعراف آیت ۹۳)

☆...... عذاب کا شکار ہو کر ملیامیٹ ہونے والی مردہ قوم سنتی نہیں تو حضرت شعیب کے اس خطاب کی کیا وجہ ہے؟

☆...... حضرت صالح علیہ السلام نے بھی مردہ قوم سے یہی خطاب فرمایا "اگر مردے سنتے نہیں تو کیوں خطاب فرمایا؟

☆...... اللہ تعالی کافروں کو سناتا ہے عذاب دینے کیلئے اور مومنوں کو سناتا ہے ثواب دینے کیلئے۔ یہی اللہ تعالی کی حکمت بالغہ ہے۔

☆...... مردوں، قبر والوں کو پکارنا، آواز دینا جائز ہے۔ ورنہ انبیاء کرام کے فعل پر اعتراض آئیگا۔

☆...... کچھ حضرات کا خیال ہے کہ اگر سماعت موتی کو تسلیم کیا جائے تو شرک لازم آتا ہے۔ کتنا عجیب خیال ہے؟ پھر تو سماعت احیاء کو تسلیم کرنا بھی شرک ہے کیونکہ غیر اللہ ہونے میں زندہ اور مردہ سب برابر ہیں۔

☆...... سماعت احیاء کو تو منکرین سماع موتی بھی مانتے ہیں، کیا سماعت احیاء اذن خدا کے بغیر ممکن ہے؟

☆...... انسان عالم برزخ میں جا کر فنا نہیں ہوجاتا، عذاب وثواب کے لیے زندہ ہوتا ہے۔ موت دراصل انتقال کا ذریعہ ہے۔ برزخ میں جسم وروح کے باہمی تعلق کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں لیکن ایمان والوں کو نظر آتی ہیں۔ ایمان سے خارج عقل وفکر سے بھی خارج ہی رہتے ہیں۔

☆...... آیئے اب چند مفسرین کرام کی تفسیرات میں مذکورہ بالا آیات قدسیہ کے معارف سمجھنے کی کوشش کریں۔

☆...... حضرت امام خازن علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ موتی "القلوب هم الکفار"، موتی سے مراد مردہ دل لوگ یعنی کفار ہیں۔ (تفسیر خازن)

☆...... حضرت امام بغوی علیہ الرحمہ حضرت امام قرطبی علیہ رحمتہ بھی یہی معنی نے بیان فرمایا ہے۔ (معالم التنزیل، تفسیر قرطبی)

☆...... غیر مقلدین کے ممدوح علامہ ابن قیم نے لکھا ہے" ان الموت لیس بعدم محض وانما هو انتقال من حال الی حال" موت کا معنی بالکل معدوم ہوجانا نہیں ہے، بلکہ یہ تو ایک حال سے دوسرے حال میں انتقال کا نام ہے (کتاب الروح ص ۴۳) ☆...... مزید لکھتے ہیں "انبیا کرام کی موت کا صرف یہ مطلب ہے کہ وہ ہماری نگاہوں سے چھپ جاتے ہیں، ہم ان کو نہیں پاسکتے حالانکہ "کانو موجودین احیاء" وہ زندہ موجود ہوتے ہیں۔ (کتاب الروح ص ۴۳)

☆...... علامہ ابن قیم نے روح اور جسم کے عدم محض ہوجانے کا قول سراسر باطل قرار دیا ہے اور لکھتے ہیں کہ یہ نظریہ سلف صالحین، صحابہ، تابعین علیہم الرضوان میں سے کسی نے بھی تسلیم نہیں کیا۔

☆...... حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

سماع موتی کلام الخلق قاطبه
قد صح فیها لنا الاثار بالکتب

یعنی اموات کا مخلوق کے کلام کو سننا آثار کتب سے صحیح ثابت ہوچکا ہے۔

☆...... "انک لا تسمع الموتی" کا مفہوم جمہور مفسرین کے نزدیک یہی ہے یعنی تم ان کو وہ بات نہیں سنا سکتے جو انہیں نفع دینے والی ہو یا اللہ تعالی کی مرضی کے بغیر نہیں سنا سکتے

☆...... علامہ محمود آلوسی علیہ الرحمہ کا فرمان ہے "والحق ان الموتی یسمعون فی الجملة" حق یہی ہے کہ مردے سنتے ہیں (روح المعانی)

☆☆☆☆☆

بدل کے بھیس پھر آتے ہیں ہر زمانے میں
اگرچہ پیر ہے آدم جواں ہیں لات ومنات
یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

درس حدیث

شناخت موتیٰ

غلام مصطفےٰ مجددی ایم اے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆☆☆

محبوب ذوالجمال ﷺ نے فرمایا!

☆......جب انسان کو قبر میں دفن کردیا جاتا ہے تو وہ واپس جانے والے دوستوں کے جوتوں کی آواز کو بھی سنتا ہے۔(بخاری شریف)

☆......(مدینہ شریف کے اہل قبور سے مخاطب ہوکر فرمایا) اے قبر والو تم پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں مغفرت عطا فرمائے، تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آنیوالے ہیں۔(ترمذی شریف)

☆......مرنے والا نیک انسان کہتا ہے کہ مجھے جلدی لے چلو، اور برا انسان کہتا ہے ہائے مجھے کدھر لے جارہے ہو اس کی آواز انسان کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے، اگر انسان سن لے مدہوش ہوجائے۔(بخاری شریف)

☆......(میت دفن کرنے کے بعد فرماتے) اپنے بھائی کے اثبات کیلئے دعا کرو، کیونکہ ابھی اس سے سوال کیا جائے گا۔(ابوداؤد شریف)

☆......مقتولین بدر کے بارے میں حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا) مجھے اس کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا تم، ان کے مقابلے میں زیادہ نہیں سنتے، لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔(بخاری شریف)

......اشارات......

☆......قرآن پاک کی بہترین تفسیر وتشریح احادیث نبویہ کی روشنی میں دیکھی جاسکتی ہے کیونکہ قرآن کو قرآن ناطق ہی مکمل جانتا ہے۔

☆......ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اہل قبور اپنے دوستوں کی آوازوں کو سنتے ہیں اور ان کی شناخت بھی رکھتے ہیں۔ حضرت امام ابن کثیر علیہ الرحمہ کا فرمان ہے"السلف مجمعون علیٰ ھذا و قد تواترت الآثار عنھم بان المیت یعرف بزیارۃ الحی لہ و یستبشر "یعنی اس بات پر تمام سلف الصالحین کا اجماع ہے اور متواتر روایات سے ثابت ہے کہ میت اپنے زائر کو جانتی ہے اور خوش ہوتی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

☆......اگر قبر والا جاننا، پہچاننا اور آواز کو سننا نہیں تو "السلام علیکم یا اھل القبور" کہنے کا کیا مقصد ہے، کیا فعل نبوت کسی حکمت سے خالی ہوسکتا ہے؟

☆......اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر زندہ اور مردہ کی سماعت و شناخت برابر ہے۔ حدیث نمبر 3 میں ہے" یسمع صوتھا کل شی الا الانسان" انسان کے علاوہ اس کی آواز کو ہر چیز سنتی ہے، اب زندہ انسان بھی نہیں سنتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ وہ مردہ کی آواز سنتے، یہ حدیث پڑھ کر کیا سماع موتی کے ساتھ ساتھ سماع احیاء کا بھی انکار شروع ہوجائے گا؟ حق یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے سنائے۔

☆......اگر مرنے کے بعد ابوجہل اور اس کے کافر ساتھی زندوں کی آواز سنتے ہیں تو مومن کامل کی سماعت کا کیا عالم ہوگا؟

☆......علامہ انور شاہ کشمیری رقم طراز ہیں" سماع موتی میں اتنی احادیث ہیں جو درجہ متواتر کو پہنچ چکی ہیں اور صحیح حدیث میں وارد ہے جب کوئی آدمی میت کو سلام کہتا ہے تو اس کا جواب دیتی ہے، اگر صاحب قبر اسے دنیا میں جانتا تھا تو قبر میں بھی اسے جانتا ہے۔ (فیض الباری جلد۲ص ۴۶۷)

☆......مولانا عثمانی نے لکھا ہے" بہت زیادہ روایات کو پڑھ کر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ صحیح اور کثیر احادیث سے سماع موتی کا مسئلہ ثابت ہے۔ (فتح الملہم شرح مسلم جلد ۲ص ۴۸۷)۔

☆......ان احادیث نبویہ کی تائید میں اور بھی روایات صحیحہ وارد ہیں، جن سے اموات کی سماعت اور بصارت اور شناخت نکھر کر سامنے آتی ہے مثلاً

ا......حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کیلئے جاتا اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو صاحب قبر کو اس سے بڑی راحت نصیب ہوتی ہے، اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے(رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب القبور)

۲......حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا جب کوئی اپنے جاننے والے کی قبر پر جاتا ہے

تو وہ اس کو پہچانتا بھی ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے، اور کوئی کسی نہ جاننے والے کی قبر پر جاتا تو وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے (رواہ بیہقی)

۳...... حضرت عائشہ صدیقہؓ نے مکہ مکرمہ میں اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابوبکر کی قبر پر تشریف لائیں اور فرمایا!

وکنا کند مای جذیمة حقب

من الدھر حتی قیل لن یتصدعا

فلما تفرقنا کانی و مالکا

لطول اجتماع لم نبت لیلة معا

یعنی ہم جزیمہ کے دو پاس بیٹھنے والوں کی طرح تھے اور کہا کرتے تھے ہم کبھی جدا نہ ہوں گے، مگر جب جدا ہو گئے تو ایسے لگتا ہے کہ ہم اکٹھے رہنے والے کبھی ایک بھی نہیں ملے۔ (ترمذی)

۴...... حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ہے کہ وہ مزار رسول ﷺ پر حاضر ہوتیں تو اوڑھنی کا زیادہ اہتمام نہ فرماتیں اور کہتیں کہ یہاں میرے شوہر اور میرے والد ہیں، مجھے پردے کی ضرورت نہیں، جب حضرت عمر فاروقؓ مدفون ہوئے تو ان سے حیا کرتے ہوئے پردے کا بہت زیادہ اہتمام فرماتیں۔ (مسند)

۵...... حضور پرنور ﷺ دو قبروں سے گزرے، دونوں کو عذاب ہو رہا تھا، ایک کو پیشاب کے چھینٹوں کی وجہ سے اور دوسرے کو غیبت کی وجہ سے، آپ نے دو شاخیں لے کر ان کی قبروں پر گاڑ دیں کہ تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہو جائے (بخاری شریف)

۶...... حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا کہ میری قبر پر اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے، تا کہ مجھے تمہاری موجودگی سے حوصلہ رہے اور امتحان کا مرحلہ گزر جائے۔ (مسلم شریف)

☆...... ان روایات قدسیہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قبروں والے، دیکھتے ہیں، سنتے ہیں، پہچانتے ہیں، خوش ہوتے ہیں، بلکہ بعض روایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ قبروں میں عبادت بھی کرتے ہیں، اللہ والوں کو قبر میں ثواب ملتا ہے اور اللہ کے دشمنوں کو عذاب ملتا ہے۔

☆...... علامہ ابن قیم نے کیا خوب لکھا ہے۔ ''روح اور بدن کا حالات مختلف ہیں، روح جنت میں ہونے کے باوجود اپنی قبر سے اور اس میں دفن ہونے والے بدن سے تعلق رکھتی ہے، روح کے اوپر اور نیچے جانے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کرنے میں اس کی رفتار کی تیزی کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا'' (کتاب الروح ص ۱۷۲)

☆...... یاد رہے کہ روح کیلئے بعد مکانی کوئی حیثیت نہیں رکھتا، انسانی ایجاد برقی رو ہزاروں میل ایک لمحے میں طے کر سکتی ہے تو ''امر ربی'' روح کی رفتار اور پرواز کا کیا عالم ہوگا، وہ اپنے جسم کے ساتھ مکمل اتصال رکھتی ہے، اسلئے اس ''روحانی صفات و کمالات'' سے جسم مکمل متصف ہوتا ہے، عالم برزخ میں اہل ایمان کی ارواح کو مکمل آزادی ہوتی ہے، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مومن مرنے کے بعد ننگی تلوار بن جاتا ہے'' حضرت سلمان فارسی کا قول ہے کہ ''ان ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذھب حیث شاءت'' مومنوں کی روحیں برزخ میں ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جا سکتی ہیں (کتاب الروح)

☆...... جب برزخ میں جسم و روح کا مکمل اتصاف و اتصال متحقق ہو گیا تو پھر قبر والوں کیلئے سماعت و بصارت کی صفات بھی حیرت انگیز نہ رہیں، انکار کرنے والے در اصل موت کی حقیقت کو نہیں سمجھے'' (بقول اقبال)

موت کو سمجھا ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ شام زندگی، صبح دوام زندگی

☆☆☆

☆☆ شب معراج ☆☆

اختر شام کی آتی ہے فلک سے آواز
سجدہ کرتی ہے سحر جس کو وہ ہے آج کی رات

رہ یک گام ہے ہمت کیلئے عرش بریں
کہہ رہی ہے یہ مسلمان سے معراج کی رات

﴿ڈاکٹر علامہ محمد اقبال﴾

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ ﷺ سے مجھے

غلام مصطفےٰ مجددی ایم اے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

☆☆☆☆

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محترم رسول اکرم ﷺ کو سراپا معجزہ بنا کر بھیجا۔ آپ تمام جسمانی اور روحانی کمالات کے جامع بن کر تشریف لائے۔ معراج مصطفےٰ ''حضور پرنور ﷺ کا عظیم الشان معجزہ ہے جسے دیکھ کر اپنوں کے ایمان تازہ ہو گئے اور بیگانوں کا ناطقہ بند ہو گیا۔ آیئے حضور شافع یوم نشور ﷺ کے سفر معراج کے پرنور گوشوں اور پرسرور منزلوں کا ذکر کریں اور دیکھیں کہ اس عظیم انسانی سفر سے کیا کیا ثمرات، نظریات نصیب ہوتے ہیں۔ یہاں ہم یہ بھی کہنا ضروری محسوس کرتے ہیں کہ بارگاہ نبوت سے متعلقہ تمام اسلامی اسباق و نظریات کا سرچشمہ معراج نبوت ہے۔ یہ مضمون عقل سلیم اور عشق جلیل کی ایک کہکشاں بھی نظر آئے گا۔

عبد دیگر، عبدہ چیزے دگر: حضور پرنور ﷺ کا سفر معراج ہمیں یہ سبق فراہم کرتا ہے کہ عبد اور عبدہ میں بہت فرق ہے، لہٰذا حضور ﷺ کی عبدیت اور بشریت کی شان والا کو اپنی ذات پر قیاس کرنا سخت محرومی اور پرلے درجے کی بدبختی ہے یہ ''عبدہ'' کی منزل ہے کہ خود بے نیاز مطلق پیغام بھیج رہا ہے ''ان اللہ اشتاق الیٰ لقاءِک'' بے شک اللہ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے، خود قرآن پاک، اعلان فرما رہا ہے ''سبحان الذی اسریٰ بعبدہ'' پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے عبد خاص کو سیر کرائی، چونکہ یہ سفر فہم و ادراک کو ورطہ حیرت میں مبتلا کر دینے والا ہے اس لئے اس کے بیان کا آغاز اللہ تعالیٰ کی ''سبحانیت'' سے ہوا خبردار کوئی محبوب کے جانے اور اس سبحان و تعالیٰ کے لے جانے میں شک کا اظہار نہ کرے۔ وہ صرف روحانی طور پر معراج کرانے پر قادر نہیں، جسمانی طور پر اور بیداری کے عالم میں معراج کرانے پر بھی قادر ہے، یاد رہے کہ علماء اسلام کا اسی پر اتفاق ہے اور انہوں نے سب سے زیادہ صحیح قول اسی کو قرار دیا ہے معراج بحالت بیداری، جسم و روح کے ساتھ ہوئی، یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ لہٰذا جو شخص یہ کہے کہ معراج فقط روحانی ہوئی یا خواب میں ہوئی وہ بدعتی اور گمراہ ہے، گمراہ کن اور فاسق ہے۔ (تفسیرات احمدیہ ص ۲۰۸)

علامہ ابن عربی اندلسی علیہ الرحمہ نے بھی یہی لکھا ہے ''معراج اگر عالم خواب میں ہوتی تو کوئی فتنہ میں مبتلا نہ ہوتا اور کوئی اس کا انکار نہ کرتا، کیونکہ اگر کوئی آدمی کہے کہ وہ خواب میں آسمان کو چیرتا ہوا گیا اور کرسی پر بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے گفتگو کی، تو ایسے خواب کو بھی خلاف عقل قرار دے کر اس سے انکار نہیں کیا گیا'' (احکام القرآن ص ۱۱۹۵)

معلوم ہوا کہ عالم بیداری میں حضور اکرم ﷺ کے جسم مبارک اور روح اقدس کو لامکاں کی بلندیوں سے سرفراز کیا گیا جو اولین و آخرین میں سے کسی کو بھی میسر نہ ہو سکا، اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ آپ عبدیت میں بے مثل و مثال ہیں اقبال نے کیا خوب کہا ہے

عبد دیگر، عبدہ چیزے دگر
ما سراپا انتظار، او منتظر

عرش تا فرش ہے جس کے زیر نگیں: حضور پرنور ﷺ عرش و فرش کی جملہ مخلوقات کے رسول ہیں صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے ''ارسلت الی الخلق کافۃ'' مجھے تمام مخلوق کیلئے رسول بنایا گیا، چونکہ آسمان بھی حضور ﷺ کی سلطنت و حکومت میں شامل ہے، عرش و کرسی بھی اسی محبوب ذیشان کی جاگیر ہے، اس لئے عالم بالا کی سیر و سیاحت کیلئے اس سفر کا اہتمام کیا گیا، زبان نبوت سے سنئے۔

''مجھے ساتویں آسمان پر لے جایا گیا، جبریل نے دروازہ کھولنے کیلئے کہا، آواز آئی، کون ہے، کہا، میں جبریل ہوں، پوچھا ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا محمد ﷺ، پھر پوچھا، کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا ہاں، پس دروازہ کھلا، میں دیکھتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے ہیں، بیت المعمور وہ مقام ہے جس میں ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، لیکن دوبارہ ان کو یہ سعادت نصیب نہیں ہوتی،

پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا، اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی مانند اور پھل مٹکوں کی طرح ہیں،" (مسلم شریف جلد اول)۔

اس طویل حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح زمین حضور ﷺ کے زیر نگیں ہے، آسمان بھی زیر نگیں ہیں، اس لئے تو فرمایا ہے کہ "میرے آسمان پر بھی دو وزیر ہیں اور زمین پر بھی دو وزیر ہیں، آسمانی وزیر جبریل و میکائیل ہیں، اور زمینی وزیر ابوبکر و عمر ہیں" وزارت وہاں ہوتی ہے جہاں حکومت ہو، پھر یاد رہے کہ زمین و آسمان سب ایمان سے لبریز ہیں، اور مومن ہونے کیلئے شرط ہے کہ وہ حضور کو حاکم تسلیم کرے، "فلا و ربک لا یو منون حتیٰ یحکموک" تیرے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپ کو اپنا حاکم تسلیم نہ کرلیں، امام حسن بریلوی نے کیا خوب کہا ہے۔

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

وجاہت مصطفیٰ کی حسین جھلک: اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے، "اذا سألنی عبدی لا عطینه" میرا بندہ جب بھی مجھ سے کچھ طلب کرتا ہے، میں اسے ضرور ضرور عطا کرتا ہوں، (بخاری شریف) یہ نوافل کے ذریعے قرب خاص کے مقام پر فائز ہونے والے عبد محبوب کی شان وجاہت ہے، لامکاں کی سیر کرنے والے سیاح عظیم کی وجاہت و محبوبیت کا کیا عالم ہوگیا؟

حضور پرنور ناظر و منظور ﷺ کو بارگاہ قدس میں حاضری کا شرف ملا پچاس نمازیں نصیب ہوئیں، آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی استدعا پر بار بار آتے جاتے رہے اور اللہ تعالیٰ سے نمازوں میں تخفیف کراتے رہے، جہاں تک کہ نمازیں پانچ رہ گئیں مگر ثواب پچاس کا ہی برقرار رہا، مسلم شریف کے الفاظ دیکھیے۔

"انھن خمس صلوات کل یوم و لیلة لکل صلوة عشر کذ لک خمسون صلوة" (مسلم شریف جلد ا ص ۹۱)

حضور کا بار بار جانا تخفیف کیلئے عرض کرنا، کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص سے اپنے محبوب کو راضی کر رہا ہے، اور بارگاہ قدس کے دروازے کھول کر بتا رہا ہے۔ پیارے محبوب آپ جب چاہیں، جس وقت چاہیں آسکتے ہیں، قصر دنیٰ قدم مبارک کی گزرگاہ ہے، عرش علی، آپ کے زیر نگاہ ہے، اللہ اکبر! جو بات اوروں کیلئے محال نظر آئی ہے وہ اس محبوب کیلئے عادت بن گئی ہے۔

قصر دنیٰ تک کس کی رسائی
آتے یہ ہیں جاتے یہ ہیں

حضور اقدس ﷺ کی اس شان وجاہت کو جو نہیں مانتا اسے چاہیے کہ وہ پچاس نمازیں پڑھے، کیونکہ پانچ نمازوں میں وجاہت محمدی اور محبوبیت مصطفوی کا ظہور تام ہے بلکہ اسے پچاس نمازیں پڑھنے کا بھی حق حاصل نہیں، جو سرکار ابد قرار کو نہیں مانتا وہ دین خدا کا لگتا کیا ہے،

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

انبیاء کی حیات برزخی: انبیاء کرام اور اولیاء عظام موت کا ذائقہ چکھنے کے بعد عالم برزخ میں زندہ جاوید ہوتے ہیں، جس طرح شہداء کرام کی حیات برزخی میں کسی کا اختلاف نہیں اسی طرح انبیاء کرام کی حیات برزخی شہداء کرام سے زیادہ روشن اور قوی تسلیم کرنی چاہیے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں "حضور زندہ ہیں، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، یہ ابن عبدالوہاب نجدی اور ان کی معنوی ذریت کا کمال ہے کہ انہوں نے امت کے اس اجماعی مسئلہ کو بھی متنازعہ بنا دیا، حضور پرنور ﷺ کا سفر معراج ہمیں بتا رہا ہے کہ انبیاء کرام اپنی قبور پر سرور میں زندہ ہیں، اس عالم آب و گل کی سیر فرماتے ہیں، نمازیں ادا کرتے ہیں، اپنے غلاموں کی فریاد رسی کرتے ہیں، صحیح مسلم شریف میں حدیث پاک موجود ہے کہ فرمایا، "میں موسیٰ علیہ السلام کی قبر پاک سے گزرا، میں نے دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں"

نماز کون پڑھتا ہے، وہی جو زندہ ہوتا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب دانائے غیوب کی نظر اتنی برق رفتار سواری پر سوار ہونے کے باوجود زمین کے اسرار کو برابر مشاہدہ فرما سکتی ہے، دیکھئے آج کے سائنسی دور میں ایسی مشینیں بن چکی ہیں جن سے معلوم ہوسکتا ہے کہ زمین کے اندر کتنا تیل موجود ہے، کتنی گیس موجود ہے، امریکہ اپنے خلائی اسٹیشنوں کی وجہ سے پوری دنیا کو مانیٹر کر رہا ہے۔ مگر یہ سب مشینیں قبر پر رکھ دی جائیں تو نہیں بتا سکتیں کہ قبر میں کیا ہو رہا ہے؟ یہ نگاہ نبوت ہے جو تمام

راز فاش کر رہی ہے۔ مثلاً

☆ مردہ قبر میں ڈوبنے والے فریادی کی طرح فریاد کرتا ہے۔ (مشکوٰۃ)

☆ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ (مسلم)

☆ دو قبر والوں کو دیکھا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ بھی دیکھا کہ کس جرم کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ (بخاری)

معلوم ہوا جہاں سائنسی علوم اور انکشاف کی انتہا ہے وہاں نگاہ نبوت کی وسعتوں کی ابتداء ہے، بلکہ نبی جس سواری پر سوار ہو جائے اللہ تعالیٰ ان کی نگاہیں بھی کھول دیتا ہے اور وہ سواری بھی قبروں کے عذاب وثواب کو دیکھ سکتی ہے، پھر سفر معراج نے یہ سبق بھی دیا کہ انبیاء کرام اپنی قبور مبارکہ سے متعلق رہتے ہوئے مسجد اقصیٰ میں گئے، روایت ہے کہ

''آپ نے تمام انبیاء کرام اور رسولان عظام کو جو وہاں حاضر تھے، دو رکعت نماز نفل جماعت سے پڑھائی، (روح البیان جلد ۵ ص ۱۱۳)

مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کرام نے اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر کیا، آخر میں حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا!

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے مجھے سارے جہانوں کیلئے سراپا رحمت بنا کر بھیجا اور تمام لوگوں کیلئے بشیر ونذیر بنا کر مبعوث فرمایا، مجھے فرقان عطا کیا اور اس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے۔ اور میری امت کو تمام امتوں سے افضل کیا اور اسے لوگوں کی بھلائی کیلئے پیدا کیا اور میری امت کو وسط بنایا، اور میری امت ہی اول وآخر ہے، مجھے شرح صدر کی نعمت سے نوازا اور میرا بوجھ مجھ سے اٹھا لیا اور میرے ذکر کو میرے لے بلند کر دیا اور مجھے فاتح اور خاتم بنایا'' (سبل الھدیٰ جلد ۳ ص ۱۲۱ ضیاء النبی جلد ۲ ص ۵۱۰) پھر جلیل القدر انبیاء کرام نے آسمانوں پر حضور صاحب معراج ﷺ کا شاندار استقبال کیا، ان تمام واقعات پر امت اسلامیہ کا اتفاق واجماع ہے، کیا یہ واقعات معراجیہ، انبیاء کرام کی حیات برزخی کیلئے کافی نہیں؟

دیدار کبریا کے جلوے: معراج مصطفےٰ کا سب سے حسین اور عظیم پہلو یہ ہے کہ چشم محبوب نے حسن مطلق کے جلوؤں کو خوب دیکھا، یہ وہ جلوہ ہے جس کیلئے طور کلیم التجائیں کرتے رہے، لیکن ادھر کیا حال ہے۔ اسی کے جلوے، اسی سے ملنے، اسی سے اس کی طرف گئے تھے۔

شفا شریف میں محدث امت، امام ملت حضرت قاضی محمد عیاض مالکی علیہ الرحمہ نے امت کے عظیم اکابر کے اقوال نقل کر کے ثابت کیا ہے کہ حضور معراج کی رات دیدار کبریا سے مشرف ہوئے۔ یہ حدیث مصطفےٰ سے بھی ثابت ہے، اور حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت ابوذر غفاری، حضرت ابوہریرہ، حضرت معاذ بن جبل اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کی بہت بڑی جماعت سے یہی عقیدہ منقول ہے۔ اسی پر اہل سنت وجماعت کا اجماع ہے، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔

''حضور نے اپنے رب کا دو مرتبہ دیدار کیا، (مسلم شریف)

شارح بخاری امام بدر الدین عینی نے حضرت انس بن مالک کا قول نقل کیا ہے کہ'' رای محمد ربہ ''محمد مصطفےٰ نے اپنا رب دیکھا۔ اسی طرح ابن عباس، زہری، کعب احبار اور معمر کہا کرتے تھے، نسائی شریف کی صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے کہ مقام خلت ابراہیم کیلئے، کلام موسیٰ کلیم کیلئے اور دیدار خدا حضور محمد کریم علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کیلئے مخصوص ہے۔ حسن بصری سے بھی حلیفہ بیان ثابت ہے کہ حضور نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے (عمدۃ القاری جلد ۱۹ ص ۱۹۸)

حضرت امام نووی شارح مسلم نے فرمایا ہے کہ اکثر علماء کرام کا راجح قول یہی ہے کہ حضور نے معراج کی رات اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا، اس میں کوئی شک نہیں ہے، علامہ انور شاہ کشمیری نے فیض الباری شرح بخاری میں اسی مسلک کو اختیار کیا ہے، ویسے قرآن پاک کی آیت ''ما زاغ البصر وما طغی'' کتنی صراحت کے ساتھ، ان جلوؤں کے بے حجاب ہونے کی ترجمانی فرما رہی ہے۔ یاد رہے کہ عرش وکرسی، لوح وقلم، برزخ وآخرت، سب غیب ہے اور ذات تعالیٰ غیب الغیب ہے، چشم ما زاغ البصر نے جب غیب الغیب کو دیکھ لیا تو غیب کیسے پوشیدہ رہ سکتا ہے، فرمایا'' فتجلی لی کل شیء '' ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی۔ (ترمذی شریف)

اور کیا غیب تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

حضور کا حاضر ناظر ہونا: تمام اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور فخر دو عالم ﷺ اپنے مزار پر انوار میں زندہ جاوید ہیں۔ اور وہاں سے ساری کائنات کا مشاہدہ فرما رہے ہیں، صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے، اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ساری زمین سمیٹ دی اور میں نے اس کے مشارق ومغارب کو دیکھ لیا۔ ترمذی شریف کی حسن صحیح حدیث ہے، ہر چیز میرے لئے روشن ہوگئی اور میں زمین وآسمان کی ہر چیز کو جان لیا، پہچان لیا۔ یہ حضور کا ناظر ہونا ہے۔ آپ اپنے جسم مبارک کے ساتھ جہاں چاہتے ہیں، جس وقت چاہتے ہیں اور جتنے مقامات پر چاہتے ہیں، آن واحد میں جلوہ گر ہو سکتے ہیں۔ کوئی آپ کو روک نہیں

سکتا، یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شان ظہور عطا فرمائی ہے۔ یاد رہے کہ جہاں تک کہ کوئی چیز متصرف ہو سکتی ہے وہاں تک وہ حاضر ہے۔ اور جہاں تک کوئی چیز دیکھ سکتی ہے وہاں تک وہ ناظر ہے، ہمیں بتایا جائے کہ کائنات میں کس جگہ حضور پر نور ﷺ کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے تصرف جاری وساری نہیں۔ آپ آن واحد میں لاکھوں افراد کو نوازرہے ہیں، اور کہاں تک حضور پر نور ﷺ کی نظر کرم کام نہیں کر رہی، آپ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت بصری سے ذرے ذرے کا مشاہدہ فرما رہے ہیں، اس عقیدے کا سبق بھی معراج مصطفےٰ سے حاصل ہوا، انبیاء کرام قبروں میں بھی موجود ہیں، مسجد اقصیٰ میں بھی موجود ہیں اور پھر آسمانوں پر استقبال کیلئے بھی موجود ہیں، عقل سلیم کا تقاضا ہے کہ جو ذوات قدسیہ اتنے مقامات پر حاضر ناظر ہو سکتی ہیں ان سے زیادہ مقامات پر بھی ہو سکتی ہیں، اگر انبیاء کرام کی یہ شان ہے تو تاجدار انبیاء کی کیا شان ہوگی، کئی حضرات کو انبیاء کرام کی اس شان سے کوئی پریشانی نہیں، تاجدار انبیاء کی شان سے بہت پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ آپ کی رسالت ونبوت، رحمت ورافت، شریعت وطریقت ہر جگہ حاضر، ہر جگہ موجود ہے اور آپ جسمانی طور پر آن واحد میں جتنی جگہ چاہتے ہیں، حاضر وناظر ہو سکتے ہیں۔ یہ ممکن ہے بلکہ ایسا ہوتا رہتا ہے، صلحاء امت نے اس کا مشاہدہ کیا ہے، اور اسکی دلیل معراج کی ''احادیث صحیحہ'' سے ثابت ہے، قرآن پاک بھی فرما رہا ہے۔ ''جان لو کہ تم میں اللہ کا رسول ہے۔ اس حکم عام کو کونسی آیت مخصوص کر رہی ہے، پیش کی جائے۔ سورج مقام خاص پر موجود ہے مگر اس کی روشنی ہر جگہ موجود ہے۔ حضور سراجاً منیراً ہیں، مقام خاص پر موجود ہیں اور ان کی رسالت ونبوت کی روشنی ہر جلوہ گر ہے۔ جس طرح سورج کی روشنی چمگادڑ کو نظر نہیں آتی، اس طرح آفتاب نبوت کی روشنی، ''چشم کور'' کو نظر نہیں آتی۔ آنکھ والے تو اس کے جوبن کا نظارہ ہر جگہ کر رہے ہیں۔ اور ہر آئینے میں ''عکس یار'' کا دیدار کر رہے ہیں۔

اعمال امت کی اصلاح: اسلام عقائد واعمال کے مجموعے کا نام ہے، سفر معراج سے ان دونوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ سرکار ابد قرار ﷺ نے اس حیرت ناک سفر میں بہت سے مشاہدات کا ذکر کیا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

☆ نیکوکاروں کا اجر وثواب دیکھا کہ ان کو سات سو گنا زیادہ اجر وثواب ملتا ہے۔

☆ فرعون کی بیٹی کی مشاطہ کی دلکش خوشبو سونگھی، جو نام حق پر قربان ہوگئی تھی۔

☆ بے نماز لوگوں کا حال دیکھا کہ ان کے سروں کو کوٹا جا رہا ہے۔

☆ زکوٰۃ نہ دینے والوں کا حال دیکھا ان کے آگے پیچھے چیتھڑے تھے وہ بھیڑ بکریوں کی طرح زقوم کھا رہے تھے۔

☆ زناکاروں کا حال دیکھا کہ وہ حلال اور لذیذ گوشت چھوڑ کر حرام ربد بودار گوشت کی طرف جا رہے تھے۔

☆ سود خوروں کا حال دیکھا کہ وہ خون کی نہر میں تیر رہے تھے اور ان کے منہ میں پتھر ڈالے جا رہے تھے۔

☆ امانت میں خیانت کرنے والوں کا حال دیکھا کہ وہ سر پر بھاری گٹھڑی باندھے ہوئے ہیں، اسے تو اٹھا نہیں سکتے مگر بوجھ میں مزید اضافہ کر رہے تھے۔

☆ فتنہ باز خطیبوں کا حال دیکھا کہ ان کی زبانیں قینچی سے کاٹی جا رہی تھیں۔

☆ چغلخوروں اور تہمت بازوں کا حال دیکھا کہ اپنے تانبے کے ناخنوں سے اپنا چہرہ اور سینہ کھرچ رہے ہیں (سبل الہدیٰ جلد ۳ ص ۱۱۷)

سفر معراج سے اعمال کی اصلاح ہوتی ہے کہ ان تمام بداعمالیوں سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ حضور پر نور ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے لفظ برحق ہیں، کہیں غفلت کا مظاہرہ کر کے اندوہ ناک عذابوں میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ مولا کریم ہم سوء اعتقاد اور سوء اعمال سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔

کون صدیق بننا چاہتا ہے: آخر میں ہم ایک فیصلہ کن موڑ پہ پہنچ چکے ہیں، حضور ﷺ نے سفر معراج سے واپس آکر گویا اپنی ان تمام عظمتوں اور وجاہتوں کا ذکر فرمایا۔ حضور کیسے حرم محترم سے چلے، براق پر بیٹھے، فرشتوں کی بارات میں نوشہ جنت بنے، آسمانوں، جنتوں کی سیر کی، دوزخ کے مناظر دیکھے، سدرہ کی منزل پر جبرئیل پیچھے رہ گئے، کیسے ادن منی کی صدائیں سنیں، قرب کے کتنے فاصلے طے کئے، قاب قوسین کی منزل پہ کس طرح فائز ہوئے، رب اکبر کے دیدار کے کیسے مزے لوٹے، کتنے اسرار وغیوب کے پردے ہٹے، کیسے چشم زدن میں واپس آگئے، کہ پانی چل رہا تھا، بستر گرم تھا، کنڈی مل رہی تھی، ان یہ سب معجزہ نمائیوں کو تسلیم کرنا عقل محض کا کام نہیں تھا، کسی عشق بیدار کا کام تھا، اس جاہلی معاشرے میں یہ دولت فراواں حضرت صدیق کے قلب منیب کو میسر تھی، ابوجہل نے مذاق اڑایا، حضرت صدیق نے سرنیاز خم کیا، اب جو ان مصطفوی عظمتوں کو مانے گا وہی صدیقی ہے، جو نہیں مانے گا وہ ''ابوجہلی'' ہے، گویا سفر معراج حق وباطل کے درمیان ایک حد امتیاز بھی ہے، جو حضور ﷺ کی ذات وصفات کو خود پر قیاس کرتا ہے وہ ابوجہل وابولہب کے فکر گستاخ کا پیروکار ہے، اور جو اس محبوب حجازی کی ہر ادا کو زمانے سے جدا تصور کرتا ہے وہ صدیق وفاروق کے جذب کامل کا آئینہ دار ہے،

ہر بھکاری پا نہیں سکتا مقام خواجگی
ہر کس وناکس کو تیرا غم عطا ہوتا نہیں

حضور نبی کریم ﷺ کے معراج کی حکمتیں

①

مولانا محمد سلیم نقشبندی

یوں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب آنحضرت ﷺ کو بے شمار خصائص، فضائل، کمالات اور معجزات عطا فرمائے ہیں۔ لیکن معراج شریف آپ کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن پاک کی سورہ بنی اسرائیل اور سورہ النجم میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ بنی اسرائیل میں معراج شریف کا مقصد، غرض وغایت اور حکمت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "لنریہ من ایتنا" (تاکہ ہم اپنے حبیب کو اپنی نشانیاں دکھائیں) علمائے کرام نے یہ نشانیاں اور حکمتیں بہت سی بیان فرمائی ہیں۔ یہاں صرف معراج شریف کی چند حکمتیں ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں۔ جن سے حضور ﷺ کی عظمت و بزرگی اور اللہ کے ہاں آپ کا بلند و بالا مقام و مرتبے کا پتہ چلتا ہے۔

حکمت نمبر ۱: ایک رات حضور پرنور ﷺ کے سامنے آپ کی امت کے اعمال پیش کیئے گئے۔ تو آپ اپنی امت کے بے شمار گناہ اور جرم دیکھ کر بہت ملول اور محزون ہوئے۔ مگر محبوب کے رب کو یہ کب پسند تھا کہ اس کا محبوب غمزدہ اور رنجیدہ ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک کو شب معراج اپنے پاس بلایا۔ اور اپنی رحمت و مغفرت کے خزانے دکھائے۔ اور فرمایا اے محبوب کیا تیری امت کے گناہ زیادہ ہیں، یا میری رحمت و بخشش زیادہ ہے۔ (معارج النبوت)

حکمت نمبر ۲: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو قیامت کے دن تمام امتوں کیلئے شفاعت کرنے والا بنایا ہے قیامت کا دن بڑا خوفناک ہوگا۔ ہر ایک پر اتنا خوف ہوگا کہ کسی دوسرے کا حال معلوم کرنے کی طاقت نہیں ہوگی ہر طرف نفسی نفسی کا عالم ہوگا اس صورت حال کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے اندر بیان فرمایا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ترجمہ (آدمی قیامت کے دن بھاگے گا اپنے بھائی، ماں، باپ، دوست اور بیٹے سے، اس لئے اللہ پاک نے اپنے حبیب پاک کو معراج کی رات درجات جنت اور طبقات جہنم دکھائے، تاکہ قیامت کے روز کی ہیبت آپ پر اثر انداز نہ ہو۔ اور آپ بلا خوف وخطر گنہگاروں کی شفاعت کریں۔ یہی وجہ ہے کہ سب روز قیامت نفسی نفسی پکاریں گے اور خدا کا حبیب امتی امتی فرمائے گا۔

حکمت نمبر ۳: معراج شریف کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ حضور ﷺ کی بزرگی آسمان والوں اور زمین والوں پر ظاہر ہو جائے۔ زمین پر سب سے زیادہ بزرگ انبیاء کرام علیہم السلام ہوتے ہیں۔ لہٰذا معراج کی رات سب انبیاء کرام نے بیت المقدس میں آپ کی امامت میں نماز پڑھی۔ آپ کا امام بننا اور سب نبیوں کا مقتدی بننا ثابت کرتا ہے کہ زمین والوں پر آپ سب سے زیادہ بزرگ ہیں۔ اور آسمان پر فرشتے بزرگ ہیں شب معراج بیت المعمور میں ان کے امام بنے تو آپ کی بزرگی ملائکہ اور آسمان والوں بھی ظاہر ہوگی۔ گویا معراج شریف آپ کی بزرگی کا اعلان ہے۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فرماتے ہیں

نماز اسریٰ میں تھا یہی سر عیاں ہو معنی اول و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

حکمت نمبر ۴: اللہ تعالیٰ نے جتنے معجزات اور کمالات دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو الگ الگ عطا فرمائے۔ وہ سب کے سب بلکہ ان سے زائد اللہ نے اپنے محبوب کو عطا فرمائے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو کوہ طور پر بلا کر معراج کرائی گئی۔ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کو چوتھے آسمان تک معراج ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی معراج جنت کی سیر تک محدود تھی لیکن اللہ اللہ حبیب خدا احمد مجتبےٰ ﷺ کی معراج۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے زمین، ساتوں آسمانوں، سدرۃ المنتہیٰ، جنت و دوزخ کی معراج کے علاوہ خود اللہ نے آپ کو اپنے سامنے بٹھا کر اپنی زیارت اور ہم کلامی سے بھی مشرف فرمایا جیسا کہ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا! "رأیت ربی فی احسن صورۃ"

ترجمہ: میں نے اپنے رب کو نہایت ہی اچھی صورت میں دیکھا۔ حکمت خداوندی اس بات کی مقتضی تھی کہ میرے محبوب کی معراج سب سے بڑھ کر ہو۔ اس لئے آپ کو ایسی معراج کرائی گئی۔

کیابات آسی اِن تینوں کی

حضور شاہ لاثانی اور حضور نقش لاثانی اور حضور نقشہ نقش لاثانی علیہما الرحمۃ

(پروفیسر محمد حسین آسی)

تعالیٰ اللہ احسن تابش کردار لاثانی
کہ اک اک شمع ہے پروانہ سرکار لاثانی
صداقت کی ہوا، رحمت کا پانی، نور کی بارش
نہ کیوں مہکے عجب انداز میں گلزار لاثانی
علی کرم اللہ وجہہ کی یہ جماعت بالیقیں منزل پہ پہنچے گی
کہ اس کے رہنما ہیں قافلہ سالار لاثانی
رخِ زیبا جو دیکھے نقش لاثانی کا الفت سے
یقیں جانو کہ اُس کو ہو گیا دیدار لاثانی
وہی سیرت، وہی صورت، وہی نقشہ وہی جلوہ
ترے قربان میں اے پیکر انوار لاثانی

آج سے دو صدیاں قبل برعظیم پاک وہند پر انگریزوں کا تسلط پھیلتا جا رہا تھا اور مسلمانوں کے اقتدار کا آفتاب غروب ہو رہا تھا۔ ۱۹۵۷ء میں آزادی ملک وملت کی منظم اور زبردست کوشش بھی دم توڑ گئی تو دُور دور تک یاس وقنوط کے اندھیرے فکر ونظر کو تاریک کرنے لگے۔ یہ ایسا نازل وقت تھا کہ بدیسی حاکم، اہل ہند پر عموماً اور اہل ایمان پر خصوصاً ہر قسم کا ظلم وستم روا رکھتے تھے۔ جنگِ آزادی میں زیادہ حصہ مسلمانوں کا تھا، اس لئے وہی زیادہ تر فرنگی جذبہ انتقام کا نشانہ بنے۔ صرف دہلی میں ستائیس ہزار مسلمانوں کو ایک دوسرے کے سامنے باری باری پھانسی کی سزا دی گئی۔ (مولانا اسماعیل اور تقویت الایمان از حضرت زید ابوالحسن فاروقی مجددی علیہ الرحمہ) پھر اُنہیں قحط سے دوچار کیا گیا۔ ملازمتوں کے دروازے ان پر بند کئے گئے بلکہ ان کے اپنے مذہبی ادارے بھی عموماً بند کر کے اپنی مرضی کا ملحدانہ نظام تعلیم مسلط کیا گیا جس کا مقصد وحید انہیں خدا پرستی کے بجائے انگریز پرستی سکھانا اور اعلیٰ مقاصد حیات سے نا آشنا کر کے روٹی کے چکر میں پھنسانا تھا۔ مدرسے اور سکول اسلامی تہذیب وثقافت کا مقتل بن رہے تھے۔ اسی صورت حال کے پیش نظر لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

فلسفہ وسائنس کی تعلیم نوجوانوں کو شکوک وشبہات میں مبتلا کر رہی تھی اور یوں مسلمان کہلانے کے باوجود وہ دین حق سے دُور ہوتے جا رہے تھے۔ یہی نہیں انگریز حکومت کی سرپرستی کئی دوسرے اسلام دشمن فتنوں کا دروازہ کھول رہی تھی۔

اسلام کو (معاذ اللہ) تباہ وبرباد کرنے کیلئے سب سے خطرناک سازش یہ تھی کہ سکولوں، کالجوں اور دفتروں ہی میں لوگوں کے ضمیر وایمان نہ خریدے جائیں بلکہ مذہب کا مقدس لبادہ اوڑھنے والوں کو بھی تفریق وانتشار کی قینچی دے کر ملتِ اسلامیہ کی چادر اتحاد پارہ پارہ کی جائے۔ یہ غیر ملکی آقاؤں کی خوشنودی کا جذبہ ہی تو تھا۔

جس نے قرآن مجید کو مشکوک کرنے کیلئے معاذ اللہ امکان کذب۔۔جیسا ناپاک عقیدہ وضع کرایا۔

جس نے دلوں سے عظمت نبوت کا پاکیزہ تصور نکالنے کیلئے خدا کے پاک فرستادوں علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر کہلایا۔

جس نے بڑے بڑے مفتیوں کو حضور نبی کریم ﷺ کے علم غیب کا باغی بنایا۔

جس نے محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثنا سے امت کا رشتہ کاٹنے کیلئے آپ کے حاضر وناظر ہونے کا انکار کرایا،

جس نے تعظیم رسالت کا راستہ روکنے کیلئے اہل عشق وایمان کو مشرک وبدعتی کہلوایا۔

جس نے اسلام کے تصور خلافتِ انسانی کو دھندلانے کے لئے محبوبانِ خدا کے اختیارات وتصرفات کا انکار کرایا۔

جس نے غیرت ایمانی دبانے کیلئے انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام قرار دلایا اور جب ملاؤں کے اس فتوے سے خاطر خواہ نتائج برآمد نہ ہوئے تو قادیاں کے یک چشم کل سے دعویٰ نبوت کرایا۔

سوچئے انیسویں صدی عیسوی کا آخری اور بیسویں صدی کا پہلا دور اسلام کیلئے کتنا ہولناک تھا۔ کیا کیا فتنے کھڑے ہو رہے تھے۔ کیسے کیسے طوفان امڈ رہے تھے۔ دینِ حق کو صفحہ ہستی سے (معاذ اللہ) مٹانے کیلئے کیا کیا منصوبے بن رہے تھے۔ مگر ان سب ریشہ دوانیوں کے جواب میں تقدیر اعلان کر رہی تھی کہ

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اللہ ذوالجلال نے جو اپنے اسلام کا خود سب سے بڑا محافظ ونگہبان ہے، اپنے دین کو بچانے کیلئے ایسے ایسے عظیم لوگ باطل کے مقابلے میں کھڑے کر دیئے جنہوں نے شب وروز کام کر کے دشمنوں کے ناپاک عزائم خاک میں ملا دیئے۔ یہ انہیں نفوس قدسیہ کا اثر تھا کہ ملت کی اکثریت کا ایمان محفوظ رہا، ڈانواں ڈول ہونے والے سنبھل گئے اور اغیار جوق در جوق دامن اسلام میں پناہ لینے لگے حتیٰ کہ ایک تحقیق کے مطابق دورِ فرنگ کے نومسلموں کی تعداد سرزمین پاک وہند میں پہلے کئی صدیوں میں ہونے والے مسلمانوں کی گنتی سے کہیں زیادہ تھی۔

جن بزرگوں نے اس دور میں ملتِ اسلامیہ کو بیدار کیا اور سلف صالحین کی مبارک روش پر چلتے ہوئے اپنے آباؤ اجداد کے ورثے کی حفاظت فرمائی، ان میں غوث العارفین، سلطان الکاملین، امام اولیاء، تاج اصفیاء، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضور پُرنور پیر سید جماعت علی شاہ صاحب لاثانی قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات بھی بڑی نمایاں ہے۔ آپ نے ۱۲۷۶ھ (بمطابق ۱۸۶۰ء) میں علی پور سیداں شریف کی دیہاتی فضا میں آنکھ کھولی۔

اندرونی استعداد، تقویٰ ومجاہدہ اور آفتاب ولایت خواجہ خواجگاں سلطان الوقت اعلیٰ حضرت فقیر محمد چوراہی المعروف حضور باواجی علیہ الرحمۃ کی نظر کرم سے حقیقت ومعرفت کی اُن بلندیوں پر فائز ہوئے کہ خود مرشد کامل نے لاثانی جیسا لاثانی لقب عطا فرمایا۔ یقیناً آپ نسب ونسبت، حفظ شرح وطریقت، اتباع شہنشاہ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور کمالات سیرت میں اپنے دور میں لاثانی تھے۔

یہ امر واقع ہے کہ جس دور میں نبی الانبیاء، شہنشاہ ارض وسما حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کو معاذ اللہ محض بشر اور بھائی کہنا بعض لوگوں کے نزدیک ایمان وتوحید کا تقاضا بن گیا تھا، قدرت وحکمت خداوندی نے آپ ﷺ کی آل پاک کے ایک عظیم فرد کو لاثانی کہلوا کر منکرین ومخالفین کی تردید کا سامان کر دیا۔ (یعنی جب خواجہ لولاک ﷺ کی امت کا ولی محض اپنے آقا کی اتباع سے اپنے دور کا لاثانی ہے تو خود حضور پُرنور شافع یوم النشور ﷺ کی ہمسری کا دعویٰ کسے زیبا ہے؟) وہ لوگ جنہیں حضور خواجہ ماسواعالم ما کان وما یکون ﷺ کے علم غیب میں شک تھا۔ شاہ لاثانی قدس سرہ ان کے منہ پر غیب کے اسرار کھول دیتے تو ان کے شبہات کا دھواں اڑ جاتا۔ جو حضور مولیٰ داووی ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کے قائل نہیں تھے، آپ انہیں ایک ہی وقت میں کئی جگہ جلوہ افروز ہو کر غلط فہمی سے بچا لیتے۔ یونہی حضور مختار کل ختم الرسل ﷺ کے معجزات وکمالات کے منکر آپ کے تصرفات واختیارات دیکھ کر راہ راست پر آ جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے تعلیمات کتاب وسنت کو عملی جامہ پہنایا اور اپنے کردار سے توکل، توحید، صبر، تفویض وتسلیم کا مفہوم پیش کیا۔ آپ کی صحبت بلکہ زیارت ہی ہزاروں مسائل کا حل تھی۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

(یعنی اے محبوب! تیری ملاقات ہی ہر سوال کا جواب ہے اور تیرے در پر

مشکلات بغیر کسی قیل وقال کے حل ہو جاتی ہیں)

یہ گویا اسلام کا داخلی محاذ تھا۔ خارجی محاذ پر انگریز اور ہندو مسلمان کے سینے سے روحِ محمد (ﷺ) نکالنا چاہتے تھے (جیسا کہ اوپر بھی اشارتاً گزرا) کے جوہر دکھائے۔ جدید نظامِ تعلیم جو اسلام کے بارے میں فکر و نظر کو ویران کر رہا تھا، آپ کی سیرت ان کی زہرناکیوں کا تریاق تھی۔ آپ نے کھلم کھلا سیاست میں حصہ تو نہیں لیا مگر خاموش تبلیغ سے اپنے حلقہ بگوشوں کو سب کچھ سمجھا دیا۔ گاندھی کی آندھی میں بصیرت کے بڑے بڑے چراغ گل ہو گئے مگر (بعض دوسرے عظیم مشائخ اور دقیقہ رس علماء کی طرح) آپ کا فانوس روشن رہا۔ تحریک خلافت اور تحریک ترکِ موالات میں آپ کا وہی موقف تھا جو مجددِ دین و ملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کا تھا۔ حکیم مہر الدین صاحب قریشی نے ان دنوں بعض ہندو پرست لیڈروں کے زیرِ اثر ملازمت سے استعفیٰ دینا چاہا تو آپ نے روک دیا نیز فرمایا ہندو مسلم اتحاد جو اس وقت زوروں پر دکھائی دیتا ہے، کوئی چند دن کی بات ہے۔ چودھری مظفر احمد صاحب (رئیس علاقہ منڈی یزمان) نے گاندھی اور کانگرس کی تعریف کی تو حضور نے سختی سے ڈانٹا اور ان کی چھپی اسلام دشمنی کو ظاہر فرمایا۔ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ جو ملتِ اسلامیہ کو عشقِ رسول ﷺ کے جذبے سے سرشار و بیدار کرنا چاہتے تھے، آپ کے مداح و ممدوح تھے۔۲

الغرض آپ نے علم و سیاست کی معروف سٹیجوں پر قدم رنجہ تو نہیں فرمایا مگر اندر ہی اندر ہر طرح کی رہنمائی سے قوم کو نوازتے رہے اور اس وقت یہ روش بھی بڑی مفید ثابت ہوئی نیز یہ سلسلہ نقشبندیہ کے مخصوص مزاج کا ایک پہلو ہے بقول حضرت مُلا جامی علیہ الرحمۃ

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند
کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

(نقشبندی حضرات ایسے عجیب قافلہ سالار ہیں جو پوشیدہ راہ سے قافلہ حرم تک لے جاتے ہیں)

آپ کا فیضِ عام اہلِ اسلام تک محدود نہیں تھا (اگرچہ فیضِ خاص صرف اہلِ ایمان کیلئے ہے۔) ہندو، سکھ، عیسائی سب آپ کی خدمت میں حل مشکلات کیلئے حاضر ہوتے تھے اور مطمئن ہو ہو جاتے تھے۔ بعض اگرچہ ظاہراً اسلام قبول نہیں کرتے تھے۔ بعض ان میں باقاعدہ نماز حتیٰ کہ تہجد تک کے پابند تھے (اور اس طرح اپنے عمل و کردار سے اسلام کی حقانیت کا اعلان بن جاتے تھے)

حضور شاہ لاثانی قدس سرہ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں ہزاروں نہیں، لاکھوں کا ایمان بچا کر حیاتِ ابدی کی وادی میں داخل ہو گئے۔۳ **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝** مگر آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کی روحانیت و سیرت کا فیضان بدستور جاری رہا۔ آپ کے خلفائے عظام برعظیم کے ہر گوشے میں دینِ حق کی تبلیغ فرماتے رہے اور دشمنانِ اسلام کے خلاف سینہ سپر ہو کر ملت کا دفاع کرتے رہے، مگر آپکے فیض کی اشاعت کا سب سے بڑا ذریعہ آپ کے نبیرہ مقدس، دربار لاثانی کے اولین سجادہ نشین سیدنا مرشدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضور قبلہ عالم الحاج پیر سید علی حسین شاہ صاحب نقش لاثانی قدس سرہ النورانی کی ذات والاصفات بنی۔ آپ نے بائیس سال کی عمر مبارک میں سجادہ لاثانی کو زینت بخشی اور اپنے عمل و کردار کی عظمتوں کا لوہا منوایا۔ حضور شاہ لاثانی کے سینکڑوں خلفا اور لاکھوں ارادتمندوں نے آپ کو اپنا ملجا و ماوی تسلیم کیا اور آپ کی نگاہ عقدہ کشا نے بھی کسی کی مشکل کو حل کئے بغیر نہ چھوڑا۔ جدامجد یعنی اپنے مرشد شاہ لاثانی قدس سرہ الصمدانی کے نقشِ قدم، قبلہ عمل ٹھہرایا اور پھر اس سے سر مو انحراف روا نہ رکھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لاثانی تھے تو انہیں بھی اہلِ نظر نے نقشِ لاثانی ہی مانا۔

بفضل مصطفیٰ ہے نقش لاثانی مرا مرشد
خدا شاہد یہی ہے رونق گلزار لاثانی
وہ ان کے جد امجد ہیں تو یہ نور نظر انکے
وہ ہیں سرکار لاثانی ، یہ ہیں شہکار لاثانی

حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے بالکل اپنے جدامجد حضور شہنشاہ لاثانی علیہ الرحمۃ کی طرح قلب ونگاہ کو عشق سے سرشار وسیراب رکھنے کا انداز اس طرح اپنایا کہ آپ کا دور پہلے دور کا ہی تتمہ بن گیا۔ ''انوار لاثانی'' کا ایک اقتباس ہدیہ ناظرین ہے

جو کچھ آنکھیں دیکھتی ہیں، وہ یہی ہے کہ حال وقال والے آ آکے اپنے اپنے مسائل حل کروا رہے ہیں۔ روز وشب تشنگانِ معرفت کی بھیڑ لگی ہوئی ہے اور یہاں جام پہ جام انڈھائے جا رہے ہیں شکستہ خاطر آ رہے ہیں اور ان کی دلنوازی ہو رہی ہے، غم زمانہ کے مارے فریادیں سنا رہے ہیں اور ان کے آستانے سے داد پا رہے ہیں۔ اسیران رنج وحسرت حاضر ہوئے ہیں تو اشارہ ابرو سے انکی زنجیریں کٹ رہی ہیں۔ خود اپنا تجربہ ہے کہ حوصلہ شکن الجھنوں کا شکار ہوئے مگر ادھر عرض کی۔ اُدھر بگڑی بنی۔ (ص ۲۲۴) میں نے عرض کیا ہے۔

تیری ولا خزینہء قند ونبات ہے
تیرا جمال چشمہء آب حیات ہے
تیری نظر پہ زندگی منحصر مری!
تیرا کرم مدار فلاح و نجات ہے
کافی ہے اس کو ساقی ترے میکدے کی بوند
اس دور میں جو طالب عرفان ذات ہے
دیکھیں تو اک اشارہ تقدیر گر ترا!
وہ لوگ شاخ آہو پہ جنکی برات ہے
حسن ازل نے تیری جبیں پر رقم کیا
آل رسول روشنی شش جہات ہے

حضور نقش لاثانی علیہ الرحمۃ نے دربار لاثانی کو کیا ترقی دی اور اس کی رونقوں کو کیونکر پروان چڑھایا، جا کر دیکھ لیں۔ روضہ پُر نور اور مسجد ضیائے لاثانی کی تکمیل، اردگرد بہترین فرش، چاردیواری اور اس کے اندر وسیع برآمدہ، نہایت حسین وجمیل ڈیوڑھی، جامعہ انوار لاثانی کی تعمیر، غسل خانوں اور طہارت خانوں کا انتظام وغیرہ، سب کچھ خدمت خلق کیلئے کہ بقول حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ

بہ تسبیح وسجادہ ودلق نیست
طریقت بجز خدمت خلق نیست

یعنی طریقت تسبیح گردانی سجادہ نشینی اور گلیم پوشی نہیں بلکہ اس کا دارو مدار تو خدمتِ خلق پر ہے۔

خدمتِ خلق کا سب سے اہم عنوان ایمان کی حفاظت ہے۔ حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے اپنے جدامجد علیہ الرحمۃ کے اس عظیم ترین مشن کی طرف بہترین توجہ دی۔ اصل میں حضور سید کل ختم الرسل ﷺ کی محبت ہی اصل دین اور جان ایمان ہے تو ایسے لوگ ان گنت ہیں جو حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی بدولت عشق رسول ﷺ کی دولتِ لازوال سے مالامال ہیں۔

اس دور میں اعلیٰ حضرت مجدد ملت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ اہل سنت کی پہچان ہیں۔ آپ نے جس بے مثال انداز میں گلشنِ اسلام کی آبیاری فرمائی، کسی بھی صاحب نظر سے پوشیدہ نہیں۔ قوم کو ایک ہزار سے زیادہ تصانیف دے کر آپ نے اسلام وایمان کی بنیادیں مضبوط کیں اور دشمنان زباں دراز کو ساکت وصامت کر کے رکھ دیا۔ ملت کا کوئی بھی خواہ آپ کے احسانات وخدمات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آپ علم کا بحر زخار ہیں۔ اور شاید ایک دو صدیوں سے آپ جیسا بلند پایہ مفتی وفقیہہ دنیا کے کسی گوشے میں بھی پیدا نہیں ہوا۔ وہ شخص جسے اعلیٰ حضرت بریلوی سے کد ہو، اپنے ناقص الایمان یا گمراہ ہونے کا ثبوت دیتا ہے۔ ولی را ولی می شناسد کے مصداق یوں تو اکثر مشائخ نے آپ سے محبت کا مظاہرہ کیا ہے مگر خانوادہ لاثانی اس فکری ہم آہنگی میں اہل بریلی سے بہت قریب ہے۔

یہ ایک دردناک حقیقت ہے کہ باغیان عظمت رسالت کو پہلے پہل عام لوگ نہیں پہچانتے تھے اور انہیں علماء خیال کر کے انکے دام تزویر

میں پھنس جاتے تھے۔ حیرت کی بات ہے کہ بعض خاص لوگ بھی اس عام غلط فہمی کا شکار ہوگئے چنانچہ عوام تو ایک طرف بعض خواص نے بھی اپنے مریدوں بلکہ جگر پاروں کو ان غلط درسگاہوں میں داخلہ لینے کی اجازت دے دی اور یہ پڑھنے والے وہاں سے اکثر افسوسناک اثرات لے کر نکلے۔ مگر حضور شاہ لاثانی قدس سرہ ہمیشہ محتاط رہے اور کبھی بھی کسی مرید و عزیز کو کسی ایمان سوز ماحول میں جانے نہ دیا۔ آپ کے فیض یافتہ، پروردہ نظر اور خلیفہ مجاز حضرت مولانا نبی بخش حلوائی علیہ الرحمۃ ایمان کی پختگی اور جذبہ اشاعت دین میں گویا پنجاب کے اعلیٰحضرت تھے جن کی پنجابی تفسیر پر مجدد دین و ملت فاضل بریلوی قدس سرہ نے تقریظ بھی لکھی۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بریلوی شریف کے غالباً شمارہ متعلقہ صفر ۱۳۳۶ھ میں معاونین کی فہرست میں حضور شاہ لاثانی کے فرزند اکبر کا ذکر بھی آیا ہے۔

حضور شاہ لاثانی کے بعد آپ کے لخت جگر حضور نقش لاثانی علیہ الرحمۃ نے بھی اس روش کو اپنائے رکھا اور پوری آب و تاب سے مسلک اعلیٰ حضرت کی توثیق فرماتے رہے۔ یہ ایک سنجیدہ حقیقت ہے کہ اعلیٰ حضرت مجدد ملت علیہ الرحمۃ کی عظمت شان کے باوجود آپ کے بہت سے تلامذہ آستانہ عالیہ کچھوچھہ شریف میں بیعت تھے۔ یونہی محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب جو سرزمین پاک میں اعلیٰ حضرت کے وارث و نائب تھے کے بہت سے شاگرد ہمارے حضور قبلہ عالم نقش لاثانی کے ارادتمند تھے۔ ایک اور مماثلت یہ بھی ہے کہ کچھوچھہ شریف کے اس مرد بزرگ کا بھی اسم شریف وہی تھا جو ہمارے حضور کا (یعنی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پیر سید علی حسین شاہ صاحب علیہ الرحمۃ) نیز کچھوچھہ شریف ایک صاحبزادے حضرت محدث اعظم ہند اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے شاگرد رشید تھے یونہی ہمارے حضور نقش لاثانی کے فرزند ارجمند حضرت پیر سید عابد حسین شاہ صاحب نقشہ نقش لاثانی جامعہ رضویہ فیصل آباد سے فارغ التحصیل ہوئے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ القوی علمائے حق کے قافلہ سالار تھے تو ہمارے آقا شہنشاہ لاثانی اقلیم فقر کے تاجدار تھے۔

فقر کو ہے شاہ لاثانی پہ ناز
عشق کو احمد رضا پر ناز ہے

دونوں حضور خواجہ کونین سید الثقلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے معجزے ہیں، ایک زہد رسول ﷺ کا معجزہ تو دوسرا علم رسول ﷺ کا۔ دونوں عظیم ہیں۔ ہمارے حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے اپنے مخصوص رنگ میں دونوں کی سیرت و کردار کے مخصوص و مختلف طرز یکجا کئے۔ آپ نے دلوں کی بستیاں بھی آباد کیں اور علماء فضلا کو بلا کر جلسوں اور محفلوں کا اہتمام بھی فرمایا۔ مرد مومن کی سب سے بڑی متاع جیسا کہ اوپر بھی گزرا، عشق رسول ﷺ ہے اور حضور نقش لاثانی کی نسبت مقدسہ انسان کو اس نور سے معمور کر دیتی تھی۔ میں نے عرض کیا ہے۔

ذوق سجود جلوہ یک نظر التفات
عشق رسول فیض عطائے علی حسین
ظلمت سے سینے پاک ہوئے، روشنی ملی
جب بھی پڑی شعاع ضیائے علی حسین

حضور نقش لاثانی قدس سرہ یکم ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ (۲۷ر جولائی ۱۹۸۷ء) کو پیر کی صبح وصال فرما گئے۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند اکبر عارف حقانی حضور پیر سید عابد حسین شاہ صاحب سجادہ آرائے دربار لاثانی ہوئے۔ آپ اپنے والد ماجد قیوم زمانی حضور نقش لاثانی قدس سرہ النورانی کی نہ صرف صورت بلکہ سیرت میں بھی مظہر کامل تھے۔ اسی لئے نقشہ نقش لاثانی کہا جاتا ہے۔ آپ قرارداد پاکستان کے سال (۱۹۴۰ء) بلکہ مہینے (مارچ) میں پیدا ہوئے اور قریباً سینتالیس سال کی عمر میں سجادہ نشین ہوئے۔ یہ طویل عرصہ آپ نے اپنے والد ماجد جو والد روحانی یعنی پیر و مرشد بھی تھے کی زیر تربیت گزارا اور حق یہ ہے کہ حصول تربیت کا حق ادا کر دیا۔ وہی بندہ نوازی وچارہ سازی، وہی رفتار و گفتار، وہی چال ڈھال، وہی لہجہ، وہی آواز، وہی

انداز جلال، وہی اسلوب جمال جس نے دیکھا وہ مائل ہو گیا، جس کو دیکھا وہ گھائل ہو گیا محبت خداوندی اور عشق مصطفوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام نے از حد رقیق القلب بنا دیا تھا، اس لئے یوں لگتا تھا جیسے دعا بھی آنسوؤں کی زبان سے ہو رہی ہے۔ تصرفات وکرامات میں بھی اپنے دونوں سچے لاثانی مورثوں کے سچے وارث تھے۔ مریدوں کی اصلاح وتربیت کا انداز بھی اپنے بزرگوں ہی کا سا تھا۔ ادب کی جو ادائیں اور نیاز وتواضع کے جو قرینے آپ سے ظہور پذیر ہوتے تھے، فی زمانہ انکی مثال نہیں ملتی۔ آہ! اخلاص فکر وعمل کا یہ عظیم پیکر بھی لاکھوں مریدوں کو یتیم اور سوگوار چھوڑ کر ۱۲ شعبان المعظم ۱۴۲۰ھ بمطابق 21- نومبر 1999ء کو کوچ فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

اک آدمی سے پیار تھا، وہ بھی چلا گیا
آجا کے ایک یار تھا، وہ بھی چلا گیا
آسی وہ میرے مرشد عالی کا نور تھا
میرے لئے حیات وسکون وسرور تھا

بہر حال یہ تینوں بزرگ اپنے دور میں لاثانی تھے
کیا بات آسی ان تینوں کی یہ تینوں نور کے پیکر ہیں
لاثانی نقش لاثانی اور نقشہ نقش لاثانی

دربار لاثانی کے موجودہ سجادہ نشین پیر طریقت رہبر شریعت پیر سید ظفر اقبال شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ حضور نقشہ نقش لاثانی کے فرزند اکبر ہیں۔

اور ان تینوں لاثانی بزرگوں کا لاثانی عرس بھی انہیں کے زیر اہتمام یکم۔۲ اکتوبر کو دربار لاثانی علی پور سیداں شریف ضلع نارووال میں ہوتا ہے شہباز خطابت حضرت پیر سیّد فیض الحسن شاہ صاحب آف آلو مہار نے ۱۹۶۴ء میں اسی عرس میں دوران خطاب فرمایا تھا یہ شمال مشرقی پنجاب کا سب سے بڑا عرس ہے اور اب تو اس سے بھی کئی گناہ بڑھ چکا ہے۔ اس کے احترام میں ضلع نارووال میں مقامی تعطیل ہوتی ہے۔

---------- حاشیہ ----------

ا=ان کے ہاتھ پر ڈھائی ہزار غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے (انوار لاثانی)

۲=حضور قبلہ عالم شہنشاہ لاثانی اور علامہ اقبال علیہ الرحمۃ ایک دوسرے کے مداح تھے، اس کیلئے انوار لاثانی کا مطالعہ کیجئے۔ یہاں چودھری مظفر احمد صاحب کا ارسال فرمودہ ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے جس سے دونوں شخصیتوں کے روحانی وقلبی تعلق کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔ فرماتے ہیں۔

اپریل ۱۹۳۸ء کو میں والد صاحب سے ملنے کیلئے بہاولپور آیا تو رات کو خواب میں دیکھا کہ لاہور کے کسی بازار میں فٹ پاتھ پر چل رہا ہوں۔ میرے پاس سے ایک ٹرک گزرا جس کا پچھلا تختہ نیچے لٹک رہا تھا اور ٹرک کے اندر ایک بنچ پڑا ہوا ہے، جس پر حضور شہنشاہ لاثانی تشریف فرما ہیں۔ میں نے جھک کر سلام عرض کیا تو فرمایا، اوپر آ جاؤ۔ میں نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی حضور! کیوں کر تشریف لائے ہیں۔ فرمایا اقبال فوت ہو گیا ہے۔ قبر کی جگہ تجویز کرنا ہے، اتنے میں ایک گھاس کا میدان آ گیا جس میں ادھر اُدھر سرو کے درخت ہیں۔ آپ (علیہ الرحمۃ) نے اپنا عصائے مبارک نصف دائرے کی شکل میں گھمایا۔ اتنے میں میری نیند کھل گئی۔ صبح مسجد میں نماز کیلئے گیا تو ڈاکٹر شجاع ناموس صاحب جو کالج میں پروفیسر تھے، نے حضرت اقبال کے انتقال پُر ملال کی خبر سنائی اور پھر رو رو کر آپ کی زندگی اور کارناموں پر روشنی ڈالتے رہے۔ لاہور آ کر حضرت اقبال علیہ الرحمۃ کا مزار دیکھا تو بعینہٖ اسی جگہ تھا جو حضور قبلہ عالم نے تجویز فرمائی تھی۔

۳=غور فرمایئے انگریزوں کا پورے برعظیم پر تسلط ۱۸۵۷ء میں ہوا اور حضور شاہ لاثانی کی ولادت صرف تین سال بعد ۱۸۶۰ء میں ہوئی، انگریزوں کا تسلط ۱۹۴۷ء میں ختم ہوا اور آپ کا وصال اس سے صرف آٹھ سال قبل ہوا گویا قدرت نے آپ کو خصوصاً زہر افرنگ کا تریاق بنایا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شعبان اور شب برات

شیخ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ سے صرف چند اقتباسات

(مترجم مولانا اقبال الدین احمد)

لغت قاموس میں ہے کہ شعبان ایک مشہور مہینہ ہے۔ شعبان کی جمع شعبانات اور شعابین وشعبانین آتی ہے۔ یہ باب تفعل تشعب سے ہے اور اس کے معنی ہیں تفرق پھیلانا اور شاخ در شاخ ہونا۔

رافع نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی لکھا ہے حدیث میں ہے کہ اس ماہ کا نام شعبان اس لئے رکھا گیا کہ روزہ دار کو اس ماہ میں شاخ در شاخ برابر بڑھتی رہنے والی خیر وخوبی میسر ہوتی ہے تاآنکہ روزہ دار جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

ماہ رجب ورمضان کے درمیانی مہینہ شعبان سے لوگ غفلت برتتے ہیں حالانکہ اس ماہ میں بندوں کے اعمال کا زیادہ ثواب دیا جاتا ہے اور بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں۔ مجھے یہ امر زیادہ پسند ہے کہ میرے اعمال بارگاہ الٰہی میں اس طرح پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی اپنی شعب الایمان میں حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی تحریر کیا ہے۔

شعبان میرا اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔ اسے دیلمی نے بھی اپنی فردوس الاخبار میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی تحریر کیا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ماہ رجب کی آمد پر سرور عالم ﷺ فرماتے تھے اے اللہ رجب وشعبان ہمارے لئے مبارک کر اور برکتیں نازل فرما اور رمضان ہمیں نصیب فرما۔

اسے ابن عساکر وابن نجار نے بھی تحریر کیا ہے۔

بخاری، مسلم، ابوداؤد، وموطا میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریر ہے کہ رسول اکرم ﷺ روزے رکھتے تو ہمیں خیال ہوتا کہ اب کبھی افطار نہ کریں گے اور روزے نہ رکھتے تو خیال آتا کہ اب کبھی روزے نہ رکھیں گے۔ یعنی گاہے آپ ﷺ مسلسل روزے رکھتے اور گاہے عرصہ تک روزے نہ رکھتے اور میں نے رسول اکرم ﷺ کو ماہ شعبان کے سوائے کسی دوسرے مہینہ کے پورے روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ البتہ دوسرے مہینوں کی بہ نسبت ماہ شعبان میں زیادہ تعداد میں روزے رکھتے تھے۔

مسلم ونسائی میں ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی درج ہے کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اکرم ﷺ کے روزوں کے بارے میں دریافت کیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ چندروز کے علاوہ باقی ماندہ پورے ماہ شعبان کے روزے رکھتے تھے۔

ترمذی میں یہ حدیث بھی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا دوسرے مہینوں کی بہ نسبت رسول اکرم ﷺ ماہ شعبان میں زیادہ دنوں تک روزے رکھتے تھے گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ نے پورے شعبان کے روزے رکھے ہوں۔

ابوداؤد نے ایک روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبانی یہ لکھی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کو دوسرے مہینوں بہ نسبت شعبان کے روزے بہت محبوب تھے حالانکہ ماہ رمضان تک روزے رکھتے تھے۔

نسائی نے بھی ترمذی وابوداؤد کی یہ روایت نقل کی ہے۔ علاوہ

از یں نسائی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی زبانی مرقوم ہے کہ سرور عالم ﷺ کا یہ مسلسل روزے رکھتے اور گاہے عرصہ تک روزے نہ رکھتے۔ آپ ﷺ شعبان میں قدرے کم اور کبھی زیادہ دن تک روزے رکھتے تھے۔ اور ایک روایت یہ لکھی ہے کہ آپ ﷺ چند دن کم باقی ماندہ ایام ماہ شعبان کے پورے روزے رکھتے تھے۔ اور ایک روایت یہ لکھی ہے کہ آپ ﷺ پورے ماہ شعبان کے روزے رکھتے تھے۔

بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی مرقوم ہے۔ رسول اکرم ﷺ دیگر مہینوں کی بہ نسبت ماہ شعبان کے پورے روزے رکھتے تھے اور فرماتے تھے۔ اپنی طاقت کے موافق اعمال صالح کرتے رہو اور بلاشبہ اللہ نہیں تھکتا بلکہ تم لوگ تھک جاتے ہو۔ (تاختم حدیث) ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی بھی یہی حدیث مروی ہے۔

ابوداؤد میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی تحریر ہے کہ رسول اکرم ﷺ چند دن کم ماہ شعبان کے اتنے روزے رکھتے گویا پورے ماہ شعبان آپ ﷺ کا روزہ دار ہونا معلوم ہوتا تھا۔

ترمذی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی لکھا ہے کہ میں رسول اکرم ﷺ کو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھتے ہوئے صرف شعبان ورمضان میں دیکھا ہے۔

ابوداؤد میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ سال میں کسی ماہ کے پورے روزے نہیں رکھتے البتہ ماہ شعبان کے پورے روزے رکھتے تھے تاآنکہ رمضان کے روزوں سے ملادیتے تھے۔

نسائی نے متذکرہ دونوں احادیث لکھی ہیں اور دوسری روایت کو بطور خاص لکھا ہے۔

نسائی نے حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی لکھا ہے۔ میں اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے آپ ﷺ کو دوسرے مہینوں کی بہ نسبت ماہ شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھا ہے یہ کیا بات ہے! ارشاد عالی ہوا۔ یہ وہ مہینہ ہے جس سے لوگ عام طور پر غفلت برتتے ہیں۔ یہ مہینہ رجب ورمضان کے درمیان ہے اور یہ وہ مہینہ ہے جس میں لوگوں کے اعمال بارگاہ الٰہی میں بالراست پیش ہوتے ہیں۔ ان امور کے پیش نظر میری خواہش ہے کہ میرے اعمال بارگاہ الٰہی میں اس صورت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں۔

پندرہویں شعبان کی شب بیداری، دن میں روزہ اور وظائف واعمال کے ثبوت درج ذیل ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پندرھویں شعبان کو شب میں شب بیداری کرو اور دن میں روزہ رکھو (تاکہ ختم حدیث)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ پندرھویں شعبان کی شب میری باری تھی۔ اور رسول اکرم ﷺ میرے گھر میں تھے۔ لیکن آدھی رات کے وقت میں نے دیکھا تو آپ ﷺ کو نہ پایا اور میرے دل میں دوسری عورتوں والی بات آئی چنانچہ میں چادر اوڑھ کر دوسری ازواج کے گھروں میں گئی لیکن وہاں آپ ﷺ نہ ملے میں گھر لوٹ آئی اور میں نے آپ ﷺ کو اپنے کمرہ میں اسی حالت میں سجدہ ریز دیکھا گویا کوئی کپڑا اکٹھا پڑا ہو۔ آپ ﷺ سجدہ میں یہ دعا کررہے تھے۔ اے اللہ میرے خیال وضمیر نے تجھے سجدہ کیا اور میرا دل بھی تیرے حضور سجدہ ریز ہے۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے بذات خود اپنے نفس پر ظلم کیا۔ اے عظیم وبرتر! تو ہی ہر بڑے کام کا مرکز امید ہے میرے گناہ معاف کردے۔ اے اللہ میں اپنی اس

پیشانی سے تجھے سجدہ کرتا ہوں جس کو تو ہی خالق وصورت گر ہے۔ اے اللہ تو نے ہی آنکھ اور کان عنایت فرمائے ہیں۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سر مبارک اٹھایا اور پھر دوبارہ سجدہ کیا اور سجدہ میں یہ دعا مانگی اے اللہ تیرے غصہ سے پناہ مانگتا اور تیری رضامندی کا طالب ہوں۔ تیرے عذاب سے پناہ مانگتا اور تیرے عفو و کرم کا طالب ہوں۔ اے اللہ میں تیری پناہ میں آنا چاہتا ہوں۔ میں ہمیشہ تیری ویسی تعریف وثنا کرتا ہوں جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے۔ اور جس طرح میرے بھائی داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی ویسی ہی میں بھی یہ دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ تیرے حضور میں اپنی پیشانی زمین پر رگڑتا ہوں اور سجدہ صرف تیرے ہی لئے سزاوار ہے۔ اس کے بعد سر مبارک اٹھا کر یہ دعا کی اے اللہ مجھے وہ پاکیزہ دل عنایت فرما جس میں شرک کا بالکل شائبہ نہ ہو۔ جو فسق و فجور اور سختی کرنے سے بلند ہو۔ پھر وہاں سے اٹھ کر میرے پاس آئے اور میری چادر اوڑھ لی اور میری حالت یہ تھی کہ میری سانس پھول رہی تھی۔ یہ دیکھ کر فرمایا اے حمیرا کیا بات ہے؟ سانس کیوں پھول رہی ہے میں نے پورا ماجرا کہا تو میرے گھٹنوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا ہائے واہ ان گھٹنوں نے آج کی رات ملاقات نہیں کی۔ حالانکہ آج پندرھویں شعبان کی شب ہے جس میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے اور مشرک و کینہ ور کے سوائے اپنے بندوں کی مغفرت کرتا ہے۔ (بیہقی)

امام وقت عارف باللہ شیخ ابوالحسن بکری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اس رات یہ بہترین دعا کرنی چاہیئے۔ اے کریم پروردگار! عفو و درگزر تجھے محبوب ہے۔ میرے گناہ معاف کردے۔ اے اللہ! میں تیرے حضور عفو و عافیت اور دین و دنیا میں دائمی امن وامان و عافیت کا طلبگار ہوں۔ اس کے بعد شیخ نے کہ اگرچہ متذکرہ دعا لیلۃ القدر میں کی جاتی ہے۔ لیکن شب قدر کے بعد شعبان کی پندرہویں شب فضل ہے جیسا کہ لکھا جا چکا ہے۔

اس شب کی بہترین دعا=

بہترین دعا وہ ہے جو عمدہ اسناد و روایات کے ساتھ بیان کی گئی ہو چنانچہ ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ آدم علیہ السلام نے آسمان سے زمین پر آکر خانہ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا۔ اور مقام ابرہیم کے عقبی حصہ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر یہ دعا کی۔ اے اللہ تو میرا ظاہر و باطن جانتا ہے۔ میں تجھ سے اس ایمان کا طلبگار ہوں جو قلب کی قوت دے۔ اور وہ سچا ایقان عنایت کر۔ جس کے ذریعہ یقین کامل ہو جائے کہ مجھے وہی ملے گا جو تو نے لکھ دیا ہے۔ اے اللہ اپنی مرضی پر مجھے راضی برضا رہنے کیلئے ثابت قدم رکھ۔ اس پر اللہ نے آدم علیہ السلام سے بذریعہ وحی کہا اے آدم علیہ السلام تم نے جو دعا مانگی وہ میں نے قبول کی اور آئندہ تمہاری اولاد میں سے جو کوئی یہ دعا کرے گا میں اس کی دعا قبول کروں گا اس کی مغفرت کروں گا۔ اس کے غم و آلام دور کروں گا۔ اور ہر تاجر کو اتنا زیادہ دوں گا۔ کہ دنیا اس کے ناک رگڑتی آئے گی اگرچہ تاجر کو اس کی خواہش نہ ہو۔

شعبان کی پندرھویں شب میں شب بیداری کا حکم:

شعبان کی پندرہویں شب میں مختلف روایتیں ہیں۔

تابعین میں سے خالد بن معدان مکحول اور لقمان بن عامر وغیرہ شب بیداری کے قائل ہیں۔ اور عطاء و ابن ابی ملیکہ وغیرہ نے اختلاف کیا ہے۔ اور علماء شافعی و مالکی کا بھی یہی مسلک ہے۔

خالد بن معدان، لقمان بن عامر اور اسحٰق بن راہویہ مسجد میں جمع ہو کر اس رات شب بیداری کرتے تھے اور خالد و لقمان کی یہ حالت تھی کہ

شعبان کی پندرہویں شب میں یہ دونوں عمدہ لباس زیب تن کرتے، سرمہ لگاتے اور رات بھر مسجد میں عبادت کناں جاگتے تھے۔

اب جو شخص شعبان کی پندرہویں رات کو شب بیداری کرے تو یہ امر احادیث کے مطابقت میں بالکل مستحب ہے۔ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جن احادیث سے کسی فعل کا جائز ہونا پایا جائے وہ فعل مستحب ہے۔ اور امام اوزاعی کا بھی یہی قول ہے۔

خلیفہ وقت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ بصرہ کے گورنر کو لکھا کہ سال بھر کی حسب ذیل چار راتوں میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ان شبوں میں بہت زیادہ خیر و برکت نازل فرماتا ہے۔

اول یکم رجب کی شب دوم پندرہویں شعبان کی شب، سوم عید الفطر کی شب اور چہارم بقر عید کی شب۔

میری (عبدالحق کی) رائے میں یہ روایت قابل نظر ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعا قبول ہوتی ہے ایک جمعہ کی رات، ایک عیدین کی رات، ایک یکم رجب کی رات اور ایک پندرہویں شعبان کی رات۔

امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے شعبان کی پندرہویں شب میں شب بیداری کے ثبات یا نفی کی بابت کوئی رائے نہیں دی ہے۔ حالانکہ عیدین کی شب میں جاگنے کی بابت دو روایتیں تحریر کی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کا یہ عمل ثابت ہے کہ پندرہویں شعبان کی شب میں مسلمان مرد و زن اور شہدا کی دعائے مغفرت کیلئے آپ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ ایک رات رسول اکرم ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور لباس اتارنے لگے لیکن پورا لباس اتارا نہ تھا کہ پھر کھڑے ہو گئے اور لباس زیب تن فرمایا۔ اس پر مجھے سخت رشک آیا اور گمان ہوا کہ آپ ﷺ میری کسی سوکن کے ہاں جا رہے ہیں آپ ﷺ کی روانگی کے بعد میں تعاقب میں چلی یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کو بقیع غرقد میں اس حالت میں دیکھا کہ مسلمان مرد و زن اور شہداء کیلئے مغفرت کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میں نے دل میں کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ آپ ﷺ اللہ کے کام میں مشغول ہیں۔ میں دنیا کام میں لگی ہوں۔ اس کے بعد میں لوٹ کر اپنے گھر کمرہ میں آ گئی۔ میں لمبی سانس لے رہی تھی کہ اتنے میں آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا بات ہے سانس کیوں پھول رہی ہے؟ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ آپ ﷺ تشریف لا کر لباس اتارنے لگے اور لباس اُتارنے نہ پائے تھے کہ کھڑے ہو کر دوبارہ لباس زیب تن کیا۔ اس پر مجھے رشک آیا اور گمان ہوا کہ آپ ﷺ کسی اور ازواج مطہرات کے ہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ تا آنکہ میں نے آپ ﷺ کو قبرستان بقیع میں مشغول دعا دیکھا۔ اس پر ارشاد فرمایا۔ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا تمہیں یہ خوف ہے کہ اللہ اور اس کا رسول اکرم ﷺ تم پر ظلم کرے گا۔ واقعہ یہ تھا کہ جبریل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا آج شعبان کی پندرہویں شب ہے۔ جس میں قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مغفرت کرتا ہے اور مشرک، کینہ ور، قاطع رحم و بد سلوک، غرور سے زمین پر لباس گھسیٹ کر چلنے والے، والدین کے نافرمان اور دوامی شراب خور کی طرف اس شب نظر کرم نہیں کرتا۔ اس کے بعد آپ

ﷺ نے لباس اتارا اور فرمایا اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شب بیداری کی اجازت ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! بصد شوق ۔ چنانچہ آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور عبادت کرنے لگے ۔ اندرون نماز آپ ﷺ نے ایک بڑا لمبا سجدہ کیا جس پر مجھے آپ ﷺ کی قبض روح کا گمان ہوا ۔ میں اٹھ کر آپ ﷺ کو دیکھنے بھالنے لگی ۔ میں نے آپ ﷺ کے تلووں کو ہاتھ لگایا تو ان میں حرکت تھی ۔ اس پر مجھے خوشی ہوئی اور میں نے آپ ﷺ کو اندرون سجدہ یہ دعا کرتے سنا ۔ اے اللہ میں تیرے عفو و کرم کی طلب کیلئے تیرے مواخذہ کرنے سے پناہ مانگتا ہوں ۔ میں تیری رضامندی کیلئے تیری ناخوشی سے پناہ مانگتا ہوں ۔ اے اللہ تیرے جلال و جمال کی قسم میں تیری ہی پناہ وہی کا خواستگار ہوں اور مجھ سے ویسی حمد و ثنا ناممکن ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی ہے ۔

صبح کو میں (عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آپ ﷺ سے ان دعاؤں کا تذکرہ کیا فرمایا یہ دعائیں یاد کر لو اور دوسروں کو بھی ان کی تعلیم دو ۔ کیونکہ جبریل علیہ السلام نے مجھے یہ دعائیں سکھائیں اور کہا سجدہ میں یہ دعائیں مکرر سہ بار پڑھی جائیں ۔ (بیہقی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ شعبان کی پندرہویں شب میں نماز پڑھ رہے تھے اور بحالت نماز آپ ﷺ نے ایک اتنا طویل سجدہ کیا کہ مجھے آپ ﷺ کی قبض روح کا گمان ہوا چنانچہ میں نے کھڑے ہو کر آپ ﷺ کا انگوٹھا ہلایا جس میں حرکت معلوم ہوئی تو میں اپنی جگہ لوٹ آئی ۔ پھر آپ ﷺ نے نماز پوری کر کے کہا اے عائشہ اے حمیرا! کیا تمہیں یہ گمان ہوا کہ نبی اللہ نے تم پر زیادتی کی؟ میں نے عرض کیا جی نہیں یا رسول اللہ ﷺ مجھے تو آپ ﷺ کے طویل سجدہ سے روح قبض کا گمان ہوا تھا ۔ اس پر ارشاد عالی ہوا جانتی ہو یہ کونسی رات ہے؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں ۔ فرمایا یہ شعبان کی پندرہویں شب ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مزید نظر کرم فرمانے کیلئے آسمان دنیا پر نزول اجلال کرتا ہے ۔ اور طالبات کی مغفرت کرتا اور خواہان کرم پر رحم و کرم فرماتا ہے اور حاسد و کینہ ور کو اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے ۔ (بیہقی)

۱=اس حدیث میں عاشر سے مراد وہ شخص ہے جو مال میں سے چالیسواں حصہ مقررہ زکوۃ لینے کے بجائے صرف دسواں حصہ وصول کرے یا وصول کرائے ۔

۲=شُرطی کا لفظ بزمانہ حال کانسٹیبل پولیس کو کہتے ہیں ۔

۳=ایک قبیلہ کا نام اور اور غفاری غفار کی جانب منسوب ہے ۔ یہ غین کے زبر کے ساتھ ہے ۔

۴=قاموس میں ویس کے معنی لکھتے ہیں کہ وہ جملہ ہے جو از راہ مہربانی بچوں کو بہلانے کیلئے استعمال ہوتا ہے لیکن میں مترجم نے اس کا ترجمہ "واہ" کیا ہے ۔ اللھم اغفرلی ذنوبی وخطایاتی ۔ (اقبال الدین احمد)

۵=بقیع غرقد ، ایک مشہور قبرستان ہے ، جس میں نور کی بارش اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اس قبرستان کا نام ہی غرقد (یعنی انڈے کی سفیدی) رکھا گیا ہے ۔ (از تحقیقات پروفیسر احتشام الدین خان مشہور ماہر رامپور ، تاریخ پیدائش ۱۹۱۲ء

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ بے نمازی کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے ۔
امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ بے نمازی کو قید میں ڈالا جائے تاوقتیکہ توبہ کرے ۔

روئیدادِ تاریخی مباحثہ

مابین حضرت غزالی زماں علامہ سیّد احمد سعید کاظمی قدس سرہ و مولوی محمد اسماعیل آف گوجرہ (شیعہ)

تحریر=مولانا پیر فتح محمد قادری (ملتان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمد ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

(شیعہ ترجمان) اخبار ''در نجف'' سیالکوٹ ۱۵ جنوری ۱۹۵۴ء کا پرچہ آج ۲۴ جنوری ۱۹۵۴ء کو ایک دوست نے مجھے دکھایا، جس میں ریاست بہاولپور ضلع رحیم یار خاں کے موضع احسان پور میں منعقدہ سنی شیعہ اجتماعات کے سلسلہ میں ایک طویل بیان شائع ہوا ہے، اس بیان کو پڑھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی، چونکہ میں حضرت علامہ کاظمی صاحب مدظلہ کا شاگرد ہوں اور موضع احسان پور میں حضرت ممدوح کے ساتھ موجود تھا، وہاں کے تمام واقعات میرے سامنے رونما ہوئے، حضرت قبلہ کاظمی صاحب کا مولوی اسماعیل آف گوجرہ کو بصد مشکل اپنی قیام گاہ پر بلانا اور نہایت متانت وسنجیدگی اور عالمانہ وقار کے ساتھ فاضلانہ گفتگو فرمانا، مولوی اسماعیل آف گوجرہ کے جملوں پر عالمانہ گرفت اور دلائل سے ان کو لاجواب کرنا، بالآخر حضرت علامہ کاظمی صاحب کی جلالت علم سے مرعوب ومبہوت ہو کر مولوی صاحب آف گوجرہ صاحب کا مع اپنی پوری پارٹی کے علی الصباح راہ فرار اختیار کرنا، یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا، میری نگاہ میں وہ منظر بھی تھا جب مولوی اسماعیل آف گوجرہ بدحواسی کے عالم میں کافیہ کی عبارت پڑھتے وقت ''الکلمۃ لفظ'' کی بجائے ''لفظا'' پڑھتے اور کبھی ''کلمۃ المعنی'' کہتے تھے اور قبلہ کاظمی صاحب کی گرفت اور علمی اعتراضات سے عاجز آ کر مبہوت ہو جاتے تھے، اس کے باوجود اخبار ''در نجف'' کے کذب وافتراء کو دیکھ کر میں حیران رہ گیا، اور یہ اس لئے کہ جس مذہب کی بنیادی جھوٹ پر ہو بلکہ دین کے دس حصوں میں سے نو حصے صرف جھوٹ ہو (جس کا نام تقیہ کے طور پر تقیہ رکھ لیا گیا ہے) اس کے حامی جھوٹ نہ بولیں تو کیا کریں۔

ناظرین کرام بطور نمونہ اخبار ''در نجف'' کا سفید جھوٹ ملاحظہ فرمائیں در نجف لکھتا ہے! ''ریاست بہاولپور ضلع رحیم یار خاں تھانہ آباد پور موضع احسان پور میں اہل سنت کے اصرار پر ایک مناظرہ مورخہ یکم ۲ جنوری ۱۹۵۴ء کو مسئلہ خلافت راشدہ ومسئلہ فدک پر قرار پایا''۔

''در نجف'' ۱۵ جنوری ۱۹۵۴ء صفحہ ۲ کالم نمبر ۱ کی اس عبارت میں ''در نجف'' نے دو جھوٹ بولے ایک یہ کہ ''اہل سنت کے اصرار پر'' دوسرے یہ کہ ''مناظرہ قرار پایا'' حقیقت یہ ہے کہ نہ تو اہل سنت نے اصرار کیا اور نہ کوئی مناظرہ قرار پایا، اگر در نجف سچا ہے تو وہ تحریر شائع کرے، جس کی رو سے مناظرہ قرار پانا ثابت ہو، ایسے تحریر پیش کرنے پر مبلغ پچاس روپیہ انعام دینے کیلئے تیار ہیں، اگر سچے ہو تو تحریر دکھاؤ اور انعام حاصل کرو۔

ضروری گزارش

اس سلسلہ میں سب سے پہلے مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ واقعات کی دو مفصل روئیداد جس کی روشنی میں یہ بیان شائع ہوا تھا، اس موقع پر وہاں کے بعض معززین نے مکمل طور پر قلم بند کر لی تھی، جو اس وقت احسان پور کے عظیم

الشان جلسہ میں پڑھ کر سنائی گئی، جس میں سنی، شیعہ ہر خیال کے لوگ موجود تھے، تمام حاضرین نے اس کی تصدیق کی اور اسی جلسہ میں مقامی وغیر مقامی معززین نے اس روئیداد پر دستخط کیے جس کا آخری مضمون مع بعض دستخطوں کے اس بیان کے آخر میں ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے جو صاحب اصل روئیداد اور اصل دستخط دیکھنا چاہیں وہ ہمارے پاس آکر دیکھ سکتے ہیں انشاءاللہ نقل مطابق اصل ہوگی۔ کیونکہ وہاں کوئی باقاعدہ مناظرہ نہیں ہوا تھا۔ اس لئے اس کی اشاعت کوئی خاص اہمیت نہ رکھتی تھی، لیکن درنجف کی غلط بیانی کے بعد ضروری ہوگیا کہ صحیح اور مصدقہ واقعات عوام کے سامنے پیش کر دیئے جائیں۔

ان حالات کے متعلق درنجف کا شائع کردہ بیان قطعاً غلط ہے جس کی روشن دلیل یہ ہے کہ اس کے پاس اس کے بیان کی تصدیق میں کوئی تحریری شہادت موجود نہیں۔ اگر کوئی معمولی سی ادنیٰ درجہ کی تحریر بھی اس کے پاس موجود ہوتی تو وہ اسے ضرور شائع کرتا۔ اہل انصاف کیلئے حق وباطل میں امتیاز کیلئے اتنی بات ہی کافی ہوسکتی ہے۔

''درنجف'' کے بے بنیاد بیان اور کذب وافتراء کی وجہ یہ ہے کہ مولوی اسماعیل صاحب آف گوجرہ اور ان کی پارٹی کو بھی یہ خطرہ لاحق تھا کہ اگر اہل سنت نے صحیح واقعات شائع کردیئے تو علاوہ ندامت کے دکانداری کو بھی سخت دھکا لگے گا۔ اس لئے ایک فرضی گفت گو مرتب کر کے قبل از مرگ واویلا شروع کردیا گیا لیکن ان شاءاللہ العزیز ناظرین کرام کو معلوم ہوجائے گا کہ ''درنجف'' اس اشاعت میں ''چہ دلاور است وزدے کہ بکف چراغ دارد'' کا صحیح مصداق ہے۔

''درنجف'' نے جو بالکل جھوٹی باتیں گفتگو کے ضمن میں بیان کی ہیں۔ حالانکہ سلسلہ ہائے گفتگو میں قطعاً مذکور نہیں ہوئیں۔ ان شاءاللہ ان سب کا جواب بھی عنقریب شائع کیا جائے گا۔ جس کے مضمون میں درنجف کے دروغ بافی کا پردہ بھی چاک ہوجائے گا ناظرین کرام منتظر رہیں۔ ہم واقعات کی صحیح اور مصدقہ تفصیلات شائع کر رہے ہیں۔

اصل واقعات یہ ہیں کہ احسان پور میں اس سے پہلے سنی شیعہ متعدد جلسے منعقد کرچکے تھے۔ شیعہ ہر جلسے میں سنیوں کو مناظرہ کا چیلنج دیتے تھے اس دفعہ بھی شیعوں نے حسب دستور سنیوں کو زبانی چیلنج دیا۔ جس کو اہل سنت نے منظور نہیں کیا اور ان سے تحریری چیلنج کا مطالبہ کیا گیا مگر شیعوں نے صاف انکار کردیا۔

اہل سنت نے شیعوں کے جلسہ کے ایام میں ایک تبلیغی جلسہ مقرر کر کے حضرت قبلہ علامہ کاظمی صاحب اور حضرت مولانا حسین بخش صاحب چہار یاری اور حضرت مولانا محمد جعفر صاحب تونسوی مدرس مدرسہ انوار العلوم ومولانا محمد صدیق صاحب ملتانی اور بعض دیگر علماء اور اکابر اہل سنت کو دعوت دی۔ صاحب دعوت جام محمد حسن صاحب نے شیعوں کے زبانی چیلنج اور جلسے کا تذکرہ بھی کردیا۔۔۔۔ حضرت علامہ کاظمی صاحب احتیاطاً ضروری کتابیں ہمراہ لے کر احسان پور پہنچ گئے۔ حضرت قبلہ سلطان بالادین صاحب اویسی مدظلہ العالی بھی علمائے اہل سنت کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ احسان پور پہنچ کر معلوم ہوا کہ مولوی اسماعیل آف گوجرہ صاحب چیخ چیخ کر اپنے مخصوص سوقیانہ انداز میں مناظرہ کا چیلنج دیتے رہے ہیں۔ علامہ کاظمی صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب کو یہیں بلالیجئے جو کچھ بات چیت ہوگی ہمارے ان کے مابین بالمشافہ ہوجائے گی چنانچہ بصد مشکل مولوی اسماعیل آف گوجرہ صاحب مع اپنی پارٹی کے تشریف لائے۔ سنی شیعہ داعیان جلسہ بھی موجود تھے اور ان کا خیال تھا کہ بنات النبی ﷺ اور باغ فدک کے مسئلہ پر سنی شیعہ علماء کی گفتگو ہوجائے گی اور ہم لوگ جانبین کی گفتگو سن لیں۔ جن لوگوں کے دل

میں شکوک وشبہات ہیں اس طرح وہ آسانی سے زائل ہو جائیں گے لیکن مولوی اسماعیل صاحب بنات النبی ﷺ اور نکاح اُم کلثوم کے مسئلہ پر گفتگو کرنے کیلئے کسی طرح تیار نہ ہوئے اور مسئلہ خلافت اور باغ فدک پر مناظرہ کیلئے بار بار چیختے رہے۔

حضرت قبلہ علامہ کاظمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نہایت متین، سنجیدہ اور مہذب باوقار عالم دین ہیں آپ کی گفتگو بھی نہایت سنجیدہ اور فاضلانہ تہذیب کے ساتھ تھی مگر مولوی اسماعیل آف گوجرہ صاحب کی تہذیب الامان والحفیظ بے تکی ہانکے چلے جانا، بے پناہ شور وغل، چیخنا، چلانا، رانیں پیٹنا، اور ہاتھ پاؤں پھیلانا، بس اس کے سوا کوئی شائستگی اور تہذیب ان کے پاس نہ تھی۔

مناظر اہل سنت کا آغاز

حضرت علامہ کاظمی صاحب نے مولوی اسماعیل آف گوجرہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مولانا جس مسئلہ پر آپ گفتگو چاہیں گے ان شاء اللہ العزیز اسی مسئلہ پر میں آپ سے گفتگو کروں گا۔ مگر یہ بتائیے کہ بنات النبی ﷺ اور نکاح ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مسئلہ پر گفتگو کرنے سے آپ اس قدر پہلوتہی کیوں فرما رہے ہیں۔ خلافت کا مسئلہ تو ایک بنیادی مسئلہ ہے اس پر ضرور گفتگو ہونی چاہیے اور باغ فدک کے مسئلہ پر بھی بات چیت کرنے کیلئے میں حاضر ہوں۔ لیکن میری ناقص رائے میں اگر بنات النبی ﷺ اور نکاح سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مسئلہ اگر طے ہو جائے تو یہ فیصلہ باغ فدک کے فیصلہ کی بہ نسبت منزل مقصود سے زیادہ قریب ہوگا۔ کیونکہ باغ فدک کے مسئلہ میں میرا منصب یہ ہوگا کہ میں دلائل کی روشنی میں اس امر کو واضح کر دوں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باغ فدک نہ دینا اس کے حق میں موجب طعن نہیں اور آپ کا منصب یہ ہوگا کہ (معاذ اللہ) اس چیز کو آپ ان کیلئے موجب طعن ثابت کریں ثبوت طعن آپ کا منصب ہے اور نفی طعن میرا ذمہ اور یہ امر ظاہر ہے کہ نہ ثبوت طعن کیلئے عدم ایمان ونفی خلافت حقہ لازم ہے نہ نفی طعن ثبوت ایمان وخلافت حقہ کو مستلزم۔ البتہ اگر بنات النبی ﷺ کا مسئلہ زیر بحث آئے اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد میں زمانہ اسلام میں (غیر مؤمنین کے ساتھ مؤمنات کا نکاح حرام ہونے کے بعد) نبی کریم ﷺ کی دو صاحبزادیوں کا ہونا دلائل سے ثابت ہو جائے نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو یہ امر منزل مقصود تک پہنچنے کیلئے بہترین ذریعہ اور قریب ترین راستہ ہے مولانا آف گوجرہ صاحب میں ایسی لیاقت کہاں تھی کہ وہ حضرت علامہ کاظمی کے جامع کلام کو اچھی طرح سمجھ سکتے تھے انہوں نے ایک اودھم مچانا شروع کر دیا اور بے سوچے سمجھے جو کچھ اول فول زبان پر آیا فرماتے رہے ہاتھ پاؤں پھینکنے اور رانیں پیٹنے سے انہیں فرصت ہی نہ تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ جامہ سے باہر ہوئے جاتے ہیں۔

شیعہ مناظر کا جواب

قبلہ کاظمی صاحب کی تقریر کے جواب میں فرمایا کہ واہ کاظمی صاحب رشتہ داریوں سے بھی مسائل ثابت ہوا کرتے ہیں۔ اگر حضور (ﷺ) کی بیٹیوں کا نکاح (حضرت) عثمان یا ام کلثوم کا نکاح (حضرت) عمر فاروق سے ثابت ہو جائے تو اس سے فقط رشتہ داری ثابت ہوگی۔ ایمان اور خلافت کا ثبوت کیسے ہوگا؟

علامہ کاظمی صاحب نے فرمایا مولانا معاف فرمائیں آپ میرا مطلب نہیں سمجھے ہیں۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ رشتہ داری ایمان وخلافت حقہ کی دلیل ہے۔ میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مؤمنات

کا نکاح غیر مؤمنین سے حرام کر دیا تو اگر اس حکم کے بعد حضورﷺ یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مؤمنہ بیٹی کا نکاح (کسی بے دین، مرتد سے کر دیں تو (نعوذ باللہ) نبی کریمﷺ اور علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نافرمان اور عاصی قرار پائیں گے۔ اگر نبی وعلی کا عاصی ہونا آپ کے نزدیک ممکن ہے تو حضرت عمر وعثمان غنی کو (معاذ اللہ) مرتد وبے دین قرار دیجئے۔ ورنہ حضرت عمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کسی طرح بے ایمان نہیں ہو سکتے۔ نبی کریمﷺ کے دامن اقدس کو داغ معصیت سے بچانے کیلئے آپ پر واجب ہوگا کہ عمر وعثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی مؤمن اور پاکباز قرار دیں۔

حق وصداقت کی شان آپ نے ملاحظہ فرمائی اہل بیت اور صحابہ کو قدرت ایزدی نے ایسا ملا دیا ہے کہ اگر ایک دامن پکڑیں تو دوسرے سے بھی وابستگی لازم ہو جاتی ہے اور اگر دوسرے کو چھوڑیں تو پہلے سے بھی انقطاع کرنا پڑتا ہے۔ صحابہ کرام کے بغیر اہل بیت سے تعلق نہیں ہو سکتا اور اہل بیت کے بغیر صحابہ سے کوئی نسبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ مرتب)

علامہ کاظمی صاحب نے مزید فرمایا کہ مولانا یہ خیال آپ کا بالکل غلط ہے کہ میں رشتہ داری سے ایمان یا خلافت ثابت کرنا چاہتا ہوں محض رشتہ داریوں سے استدلال تو آپ حضرات کا شیوہ ہے اسی قرابت اور رشتہ داری کی دلیل سے آپ اہل بیت کی فضیلت ثابت کیا کرتے ہیں۔

مولوی اسماعیل آف گوجرہ صاحب سے حضرت علامہ کاظمی صاحب کے دلائل کا کوئی جواب نہ بن آیا اور کھسیانے ہو کر وہی باتیں دہرانی شروع کیں فرمانے لگے کہ رشتہ داریوں سے ایمان ثابت ہوتا تو آپ کے نزدیک حضور علیہ السلام کے والدین مؤمن ہوتے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ کی لڑکیوں کے متعلق آپ کا مذہب ہے کہ کافروں سے بیاہی گئیں اب بتائیے کہ رشتہ داری دلیل ایمان ہے تو ان کفار کو بھی آپ مؤمن تسلیم کرتے ہیں جن سے حضور کی بیٹیوں کا نکاح ہوا تھا اور ہاں دولابی نے لکھا ہے کہ عثمان کا نکاح رقیہ سے زمانہ جاہلیت میں ہوا۔ اب تو آپ کی دلیل کا حال آپ پر روشن ہو گیا۔

علامہ کاظمی نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے جواب دیا کہ مولانا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضورﷺ کی صاحبزادیوں کا نکاح زمانہ اسلام میں ہونا تو ایک ایسی بات ہے جس کو آپ شیعہ علماء بھی نہیں چھپا سکے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ شیعہ کتب سے ثابت کروں گا کہ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہ نبوت سے دو نور (دو صاحبزادیوں کی شکل میں) زمانہ اسلام میں عطا ہوئے۔ آپ اس مسئلہ پر گفتگو کیلئے آمادہ تو ہو جائیں پھر واضح کر دیا جائے گا کہ بے بنیاد روایات سے فریب دہی کا پردہ کس طرح چاک کیا جاتا ہے آپ ایک روایت ایسی پیش کریں جس سے یہ ثابت ہو جائے کہ حضور نبی کریمﷺ نے زمانہ اسلام میں کسی بے دین کے ساتھ اپنی صاحبزادی کا نکاح کیا ہے اور بحمدہ تعالیٰ میں آپ کی مستند کتابوں سے ابھی ثابت کر دوں گا کہ حضورﷺ نے زمانہ اسلام میں اپنی صاحبزادیوں کا نکاح (یکے بعد دیگرے) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا اور حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی بیٹی حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق کے ساتھ کر دیا۔

مسئلہ ایمان والدین کریمین

رہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین کا مسئلہ تو اسے آپ نے بالکل بے محل پیش کر دیا اول تو یہ کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ رشتہ داری میرے نزدیک ہرگز دلیل ایمان نہیں۔ البتہ اس مسئلہ میں نبی کریمﷺ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آپ کے مسلمہ اصول کے موافق احکام خداوندی کی نافرمانی سے پاک ہونا حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایمان کی دلیل ہے دوسرے یہ کہ میرا مسلک اس مسئلہ

میں یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین مؤمن تھے۔

مولانا صاحب آف گوجرہ، حضرت علامہ کے اس واضح اور روشن جواب کو بھی نہ سمجھ سکے اوران پر ایک دورہ سا پڑا۔ بڑے زور سے چلا کر بولے ارے مسلمانو! میں سنیوں کی پانچ سو کتابوں سے ابھی ثابت کرسکتا ہوں کہ سنیوں کے مذہب میں رسول اللہ کے والدین کفر پر مرے، رانیں پیٹ کر اچھلتے اور ہاتھ جھٹکتے ہوئے (شاید اپنی قابلیت کا ماتم فرماتے ہوئے) مولانا آف گوجرہ صاحب نے فرمایا: ''ہائے مسلمانو! رسول اللہ ﷺ کی کتنی سخت توہین ہوگئی ہائے ہائے رسول اللہ کے والد کو سنی کافر کہتے ہیں دیکھو یہ سنیوں کی کتاب ہے اس میں لکھا ہوا ہے ''ماتا علی الکفر''

حضرت علامہ کاظمی صاحب نے نہایت فاضلانہ انداز میں فرمایا کہ مولانا آپ کی گفتگو مجھ سے ہورہی ہے نہ کہ ان حاضرین سے۔ آپ میری طرف متوجہ ہوکر بات کیجئے میں آپ کو جواب دوں گا ان عوام سے آپ کیا مخاطب فرما رہے ہیں میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ حضور ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان یا عدم ایمان کی صراحت کسی نص قطعی میں وارد ہوئی ہے یا نہیں؟

مولانا اسماعیل آف گوجرہ صاحب اس سوال کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ علامہ کاظمی نے مکرر فرمایا کہ مولانا فرمائیے۔ حضور ﷺ کے والدین ماجدین کا ایمان یا عدم ایمان کسی آیت قرآنیہ میں مصرح ہے یا نہیں۔ لیکن مولانا آف گوجرہ صاحب ایسے مبہوت ہوئے کہ نفی یا اثبات میں کوئی جواب ان سے نہ بن پڑا۔ بالآخر علامہ کاظمی نے فرمایا کہ مولانا میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ یہ مسئلہ کسی نص قطعی میں منصوص و مصرح نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ جو مسئلہ منصوص قطعی نہ ہو۔ وہ ظنی اور کبھی مجتہد فیہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے علمائے امت نے قرآن وحدیث میں غور وتدبر کیا اور اجتہاد فرمایا۔ اجتہادی مسائل میں عموماً اختلاف واقع ہوجاتا ہے اس لئے یہ مسئلہ بھی مختلف فیہ بین العلماء ہوگیا۔ بعض نے عدم ایمان کا قول کیا اور بعض نے سکوت کو اولیٰ سمجھا چونکہ تینوں قول بربنائے اجتہاد ہیں۔ اس لئے کسی کے قائل کی تضلیل وتفسیق نہیں ہوسکی۔ اگر محض رشتہ داری ہمارے نزدیک دلیل ایمان ہوتی تو ہمارے آئمہ اہل سنت کو اجتہاد کی ضرورت ہی واقع نہ ہوتی جس طرح آپ حضرات نے محض رشتہ داری کو دلیل ایمان سمجھا ہوا ہے لیکن چونکہ اصل دین سے اس مسئلہ کو تعلق نہیں اس لئے ہمارے نزدیک یہ فروعی مسائل سے ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس مسئلہ کے ذکر سے بجز نقصان کے آپ کو کیا فائدہ پہنچا۔

مولانا اسماعیل آف گوجرہ صاحب نے پھر وہی شور مچانا شروع کیا جو پہلے سے مچا رہے تھے بڑے زور سے دونوں رانیں پیٹ کر فرمانے لگے ہائے مسلمانو! غضب ہے رسول اللہ کی اس سے بڑھ کر کیا توہین ہوگی کہ حضور کے والدین کو کافر کہا جائے۔ حضرت علامہ کاظمی نے فرمایا کہ اچھا، مولانا یہ بتائیے کہ حضور ﷺ کے والدین کے ایمان کا مسئلہ آپ کے نزدیک اصولی ہے یا فروعی؟ مولوی صاحب اس سوال کا بھی کوئی جواب نہ دے سکے۔

علامہ کاظمی صاحب نے مکرر فرمایا کہ مولانا فرمائیے اب بولتے کیوں نہیں جلدی بتائیے یہ مسئلہ آپ کے نزدیک اصولی ہے فروعی؟ کاظمی صاحب قبلہ کے باربار اصرار فرمانے پر بھی مولوی آف گوجرہ صاحب کوئی جواب نہ دے سکے۔ بالآخر مفتی عابد حسین آف ڈیرہ غازی خان صاحب کو اپنے مبلغ اعظم کی حالت زار پر رحم آگیا وہ فرمانے لگے کہ یہ مسئلہ اصولی بھی ہے فروعی بھی۔ مولانا آف ڈیرہ غازی خان صاحب کے اس انوکھے جواب پر اہل فہم حاضرین بے ساختہ ہنس پڑے مولوی اسماعیل صاحب نے اپنے رفیق حال کا یہ عبرتناک حال دیکھا تو جلدی سے فرمانے لگے نہیں یہ مسئلہ ہمارے نزدیک فروعی ہے۔

قبلہ کاظمی صاحب نے نہایت متین انداز میں فرمایا کہ مولانا ابھی تو

آپ ارشاد فرما رہے تھے کہ مسلمانو! اس سے بڑھ کر توہین رسول کیا ہو سکتی ہے کہ رسول (ﷺ) کے والدین کو کافر کہہ دیا جائے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں عدم ایمان کا قول توہین رسول ہے اور اب آپ اس مسئلہ کو فروعی بتا رہے ہیں جس کا بین مفہوم یہ ہے کہ توہین رسول آپ کے نزدیک ایک فروعی مسئلہ ہے۔ العیاذ باللہ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہو سکتا جو اس وقت آپ نے ظاہر فرمایا۔

مولوی اسماعیل آف گوجرہ صاحب اور ان کی تمام پارٹی کی حالت اس وقت قابل دید تھی ایسی ذلت و رسوائی شاید ہی کسی کو نصیب ہوئی ہو۔ (اے کاش! ادر نجف کے مدیر صاحب اس موقعہ پر آپ اپنے مبلغ اعظم کی ندامت کا حال بچشم خود ملاحظہ فرماتے تو آپ کو اپنے اخبار کا ڈیڑھ ورق سیاہ کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

خلاصہ یہ کہ مولوی اسماعیل آف گوجرہ صاحب اور ان کی پوری پارٹی قبلہ کاظمی صاحب کی اس گرفت سے کسی طرح جانبر نہ ہو سکی اور جواب دینے کی بجائے اُلٹا ایک سوال مولوی اسماعیل صاحب نے پیش کیا اور کہنے لگے کاظمی صاحب آپ کے نزدیک اصل دین کیا ہے؟ کاظمی صاحب نے فرمایا کہ مولانا میرے نزدیک اصل دین کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ مولوی اسماعیل نے اپنی سابقہ ندامت کو دور کرنے کیلئے تمسخرانہ لہجہ میں کہا کہ اچھا پھر تو ابوبکر کا ماننا بھی آپ کے نزدیک ضروری نہیں۔ کاظمی صاحب نے جواب دیا کہ مولانا اصل دین کلمہ طیبہ ہی ہے اس کے علاوہ بعض امور ضروریات دین اور لوازم حصول دین سے ہیں۔ جن کا منکر کافر اور بے دین ہے اگر آپ کو اسی مسئلہ پر گفتگو کا شوق ہے تو بسم اللہ میں حاضر ہوں۔

مولوی اسماعیل آف گوجرہ صاحب نے فرمایا لو بھائی مسلمانو! اب تو ابوبکر کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی اور علی کو بھی جس کا دل چاہے مانے اور جس کا دل نہ چاہے نہ مانے۔ کاظمی صاحب نے فرمایا مولانا! آپ کے عالمانہ شان اور طرز تکلم پر مجھے حیرت ہے ابوبکر اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ماننے کو غیر ضروری کہنا آپ کا مقولہ ہے میں نے تو یہ عرض کیا ہے کہ اصل دین صرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ یہ وہ کلمہ ہے جس کا شاہد اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر آپ کے نزدیک اس میں کچھ تحریف ہے اور اس کلمہ میں آپ کو کچھ تردد ہے تو آپ کوئی دوسرا کلمہ پڑھیں جس میں آپ کے مسلک کے مطابق اصل دین مذکور ہے۔

مولوی اسماعیل آف گوجرہ صاحب نے فرمایا آپ اپنا یہ کلمہ قرآن میں یکجا دکھلائیں کاظمی صاحب نے فرمایا آپ کے نزدیک کلمہ وہی ہے جو قرآن میں یکجا ہو اور جو کلمہ قرآن میں یکجا نہ ہو وہ کلمہ نہیں۔ مولوی صاحب اس سوال کا کوئی جواب نہ دے سکے اور فرمانے لگے آپ کو کیا حق ہے کہ آپ قرآن مجید کو توڑ مروڑ کر کلمہ بنائیں۔ کاظمی صاحب نے فرمایا مولانا اس کو توڑ مروڑ نہیں کہتے اور اگر آپ اس کو قطع و برید ہی کہتے ہیں تو آپ اپنا کلمہ بغیر قطع و برید کے دکھلائیں بلکہ میں تو یہ عرض کروں گا کہ آپ اپنے کلمے کو قرآن مجید کے مختلف مقامات ہی سے ثابت کر دیں لیکن میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آپ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے اور اگر آپ سچے ہیں تو اپنا کلمہ پڑھئے پھر میں آپ سے اس کا ثبوت طلب کروں گا مولوی اسماعیل صاحب ایسے مبہوت ہوئے کہ اپنا کلمہ نہ پڑھ سکے۔ علامہ کاظمی مدظلہ نے ہر چند مطالبہ کیا مگر مولوی اسماعیل صاحب کی زبان سے کلمہ نہ نکلا اس وقت بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا مولوی اسماعیل صاحب قبر میں نکیرین کے سامنے بیٹھے ہوئے ''من ربک وما دینک'' ''تیرا رب کون ہے اور تیرا دین کیا ہے؟'' کے جواب میں زبان حال سے ''ھاھا لا ادری'' کا وظیفہ پڑھ رہے ہیں حاضرین اس منظر کو دیکھ کر حیران تھے کہ جس شخص کو شیعہ مذہب کا مبلغ اعظم کہا جاتا ہے وہ علامہ کاظمی

صاحب کے سامنے کلمہ تک پڑھنے سے عاجز ہے۔ قبلہ کاظمی صاحب نے فرمایا کہ مولانا آپ اپنے عبرتناک حال پر ذرا غور فرمائیں کہ کلمہ آپ کی زبان پر جاری نہیں ہوسکتا۔ ایک مسلمان کے نزدیک اس سے بڑھ کر خدا کا غضب کیا ہوسکتا ہے۔

آخر کار مولوی عابد حسین آف ڈیرہ غازی خان صاحب کو اپنے مبلغ اعظم کی حالت زار پر رحم آ گیا۔ وہ فرمانے لگے اچھا لیجئے میں کلمہ پڑھتا ہوں قبلہ کاظمی صاحب نے فرمایا بہت خوب آپ ہی پڑھئے۔ میں نے آج تہیہ کر لیا ہے کہ آپ حضرات کو کلمہ پڑھوائے بغیر نہ اٹھوں گا الغرض مولوی عابد حسین صاحب موصوف نے بڑی مشکل سے حسب ذیل کلمہ پڑھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ۔ علامہ کاظمی صاحب نے فرمایا ہرگز نہیں۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے پڑھا ہے وہ پورا کلمہ نہیں، بلکہ ادھورا ہے مولوی عابد حسین صاحب نے پھر کہا کہ میں نے بالکل پورا کلمہ پڑھا ہے۔ قبلہ کاظمی صاحب نے اسی وقت شیعوں کی مستند کتاب پیش کی۔ جس کا نام ''نماز شیعہ مترجم'' تھا جو آفتاب پاکستان مولوی سید ذوالفقار علی صاحب کی مرتبہ تھی اور جس پر تحریر تھا حسب فتویٰ آقائے اصفہانی اعلیٰ اللہ مقامہ اس میں لکھا تھا۔ ''کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفۃ بلا فصل'' قبلہ کاظمی صاحب نے جب یہ کتاب دکھائی تو اس وقت علماء شیعہ کی ایسی مٹی پلید ہوئی کہ قابل بیان نہیں۔ مبلغ اعظم صاحب تو پہلے ہی مبہوت تھے اب تمام پارٹی حواس باختہ ہوگئی۔ علامہ کاظمی صاحب نے فرمایا اب بتائیے مولانا آپ نے پورا کلمہ پڑھا تھا یا ادھورا؟ مولوی عابد حسین نے انتہائی ندامت سے سر جھکا کر کہا یہ تو صفات کا ذکر ہے قبلہ کاظمی صاحب نے فرمایا یہاں ذات وصفات سے تو بحث نہ تھی بحث تو اس بات میں تھی کہ آپ نے جو کلمہ پڑھا تھا وہ کامل تھا یا ناقص۔ آپ کامل ہونے پر اصرار فرمارہے تھے۔ الحمد للہ میں نے ثابت کر دیا کہ ناقص ہے۔

رہا آپ کا یہ ارشاد کہ یہ صفات ہیں تو کیا صفات کلمہ سے خارج ہیں۔ دیکھئے الوہیت اللہ تعالیٰ کی ذات نہیں بلکہ صفت ہے اسی طرح رسالت حضور ﷺ کی ذات نہیں بلکہ صفت ہے۔ نیز ولایت بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات نہیں بلکہ صفت ہے تو پھر ان صفات کو بھی کلمے سے خارج کیجئے۔ مولوی عابد حسین اور انکی تمام پارٹی مع مبلغ اعظم صاحب کے علامہ کاظمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے اس شکنجے میں ایسے کسے گئے کہ کسی صورت بھی نجات نصیب نہ ہوئی۔ اس کے بعد بطور اتمام حجت حضرت علامہ کاظمی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ مولانا آپ مجھ سے مطالبہ کرتے تھے کہ اپنا کلمہ قرآن مجید میں یکجا دکھائیے۔ میں آپ سے صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ ازراہ کرم آپ قرآن مجید کے متعدد مقامات سے اپنا کلمہ ثابت کر دیجئے۔ میں آپ سے یہ بھی نہیں کہتا کہ آپ بعینہٖ قرآن مجید کی کسی نص صریحہ سے ثابت کر دیں جس میں کسی قسم کا خفا اور احتمال تاویل نہ ہو۔ کوئی آیت ایسی پڑھیں جو علی ولی اللہ کے مضمون میں عبارۃ النص ہو۔ اسی طرح کسی آیت صریحہ سے وصی رسول اللہ کا مفہوم ثابت کیجئے نیز خلیفہ بلا فصل کے ثبوت پر کوئی آیت قطعی الدلالۃ پیش فرمائیے۔

قبلہ کاظمی صاحب نے غیر مبہم الفاظ میں فرمایا کہ مولانا جس طرح ہمارے کلمے پر قرآن شاہد ہے اس طرح آپ اپنے کلمے کی شہادت قرآن کریم سے پیش کریں۔ جس کا کوئی جواب پوری پارٹی میں سے نہ ہوسکا۔ بڑی سوچ بچار کے بعد مولوی اسماعیل صاحب نے فرمایا۔ والذین معہ اشداء علی الکفار سے ہمارا کلمہ ثابت ہوتا ہے جس پر حاضرین نے بے ساختہ قہقہہ لگایا اور مبلغ اعظم صاحب کھسیانے ہو کر بے تکی ہانکنے لگے۔ شیعوں نے اپنا مناظرہ اور باقی علماء کی یہ حالت دیکھی تو فوراً وہ آخری حربہ استعمال کیا جو اس

موقع پر اس قسم کے حضرات کیا کرتے ہیں۔ یعنی ایک شیعہ نے بلاوجہ ان پڑھ سنی کے منہ پر طمانچہ رسید کیا اس بندہ خدا نے بغیر سوچے سمجھے اس کا جواب گھونسے سے دیا۔ پھر اس کا جواب الجواب ہوا الغرض گھونسہ، لات کا مقابلہ شروع ہو گیا اور اس طرح علماء شیعہ کو حضرت علامہ کاظمی صاحب کے شکنجے سے بخیر و عافیت نجات نصیب ہوئی۔ چلتے وقت مولوی عابد حسین صاحب کہنے لگے کہ خلافت اور باغ فدک کے مسئلہ پر کل مناظرہ ہوگا۔ علامہ کاظمی صاحب نے فرمایا کہ ان ہوائی باتوں کی ہمارے نزدیک کوئی وقعت نہیں ہے۔ زبان پر ہمیں اعتبار ہے اگر آپ واقعی مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو تحریری چیلنج دیجئے اور باقاعدہ مناظرہ کیجئے لیکن حق کا رُعب ایسا ہوا کہ باطل کیلئے بجز راہ فرار کے کوئی راستہ باقی نہ رہا۔ مولوی اسماعیل اپنی پارٹی اور باقی تمام شیعہ صاحبان کے ساتھ بدحواسی کے عالم میں واپس چلے گئے۔

پھر جلسہ کے دوسرے دن حضرت مولانا محمد جعفر صاحب تونسوی اور مولانا محمد صدیق صاحب ملتانی شاگردان علامہ کاظمی صاحب بھی احسان پور پہنچ گئے جنکی تشریف آوری علماء شیعہ کیلئے مزید پریشانی کا باعث ہوئی۔ مولانا محمد جعفر صاحب نے تقریر میں فرمایا کہ ہم لوگوں کی موجودگی میں ہمارے استاد معظم حضرت علامہ کاظمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو مناظرہ کی تکلیف دینا ہمارے لئے کسی طرح گوارا نہیں ہو سکتا جو لوگ اب تک چیخ چیخ کر مناظرہ کا چیلنج دیتے رہے ہیں اگر ان میں ذرہ برابر بھی شرم و حیا کا مادہ ہے تو وہ میرے سامنے آ جائیں ان شاء اللہ العزیز ان کی صداقت اور ان کی علمی قابلیت کا پردہ ابھی چاک ہو جائے گا لیکن صدائے برنخواست بالآخر اہل سنت کی طرف سے یہ تجویز پیش ہوئی کہ ایک خاص مجلس میں شیعہ سنی علماء کی گفتگو ہو جائے جس میں فریقین کے تیس تیس آدمی موجود ہوں۔ لیکن شیعوں کیطرف سے اس کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ تیسرے دن صبح آٹھ بجے تک انتظار کیا گیا۔ آخر کار مولوی محمد جعفر صاحب بذات خود غلام جعفر شاہ صاحب ذیلدار داعی علماء شیعہ کے مکان پر پہنچ گئے اور ان سے کہا کہ آپ کے علماء خصوصاً مولوی اسماعیل صاحب میدان میں کیوں نہیں آتے؟۔ جعفر شاہ صاحب نے انکشاف کیا کہ مولوی اسماعیل صاحب اور باقی تمام علماء شیعہ صبح چھ بجے چلے گئے مولوی محمد جعفر صاحب افسوس کے ساتھ واپس ہوئے اس دن بھی اہل سنت کا عظیم الشان جلسہ ہوا جس میں تمام واقعات کی تفصیلات بیان کی گئیں۔

اصل مصدقہ روئیداد کے مضمون کا وہ آخری حصہ جس کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے حسب ذیل ہے۔ ''یہ واقعات جو قلمبند کیے گئے ہیں لفظ بہ لفظ صحیح ہیں احسان پور کے مقامی معززین و دیگر بزرگان ملت و اکابر اہل سنت کی تصدیقات صرف اس لئے شائع کی جاتی ہیں کہ فریق مخالف کو جھوٹ اور غلط پروپیگنڈے میں کامیابی نہ ہو اور عامۃ المسلمین پر اصلی واقعات واضح ہو جائیں اگر فریق مخالف کی طرف سے اس بیان کی خلاف کوئی چیز پبلک کے سامنے پیش کی گئی تو وہ سراسر کذب و افترا اور بہتان طرازی ہوگی مسلمانوں کو اس حقیقت سے باخبر رہنا چاہیے۔

اللہ اللہ شہ کونین ﷺ جلالت تیری
فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری
مجمع حشر میں گھبرائی ہوئی پھرتی ہے
ڈھونڈنے نکلی ہے مجرم کو شفاعت تیری

مسئلہ رفع یدین

(علامہ شفقات احمد نقشبندی)

فما هو جوابكم فهو جوابنا ۔ فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار ۔ واعتبروا يا اولو الالباب والابصار لعلكم تتقون وترحمون ۔ وما علی الا البلاغ المبین ۔ آگے خواجہ خلیل صاحب سرخی فرماتے ہیں "احناف نے نماز کا حلیہ بگاڑ دیا۔ خواجہ صاحب جو آپ حضرات نے نماز کا حلیہ بنا رکھا ہے اس پر بھی تو صحیح، صریح مرفوع اور غیر مجروح احادیث دکھائیں یا پھر آیات قرآنیہ سے بیان فرمائیں۔ آپ حضرات تو ٹانگیں پھیلا کر سینہ تان کر، کپڑا موجود ہوتے ہوئے بھی ننگا سر کر کے سینہ پر ہاتھوں کی پالتی مار کر منہ اوپر اٹھا کر اس طرح اکڑ کر خدا کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں جیسے خدا کو ڈرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سنی بے چارے تو عاجزی کے ساتھ سر ڈھانپ کر سر اور نگاہیں جھکا کر خدا کے حضور حاضری دیتے ہیں کیا یہ متکبرانہ طریقہ صحیح ہے یا ہمارا عاجزی والا۔ اللہ تعالیٰ کو تو عاجزی ہی پسند ہے۔ اگر آپ کو اکڑ ہی پسند ہے تو آپ کو مبارک ویسے ہر مسئلہ میں آپ کی دورنگی کی سمجھ نہیں آتی۔ ادھر تو آپ کے نزدیک احناف نے نماز کا حلیہ بگاڑ دیا ہے اور دوسری طرف ان ہی حلیہ بگاڑنے والوں کے فرد اول اور مقتداء و پیشوا امام صاحب کی تعریف بھی کی جا رہی ہے۔ خلیل صاحب لکھتے ہیں "ہم اہل حدیث۔۔۔۔ ائمہ اربعہ کے خادم ہیں اور مانتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے وقت کے زبردست امام اور مجتہد تھے" کیا آپ اس سے پہلے نماز کا حلیہ بگاڑنے والے کے خادم بھی ہیں؟ اور کیا واقعی وہ اپنے وقت کے امام اور مجتہد بھی تھے کیا واقعی "انہوں نے محنت کر کے بہت دین کی خدمت کی ہے" ایسے امام، مجتہد اور دین کے خادم نے تو یقیناً قرآن وسنت کے مطابق ہی لاتحل اور مسائل شتیٰ کا حل بیان فرمایا ہوگا۔ یقیناً اتنا بڑا امام مجتہد اور دین کا خادم ارکان اسلام کا حلیہ بگاڑ نہیں سکتا۔ بلکہ وہ تو ان کو قرآن وسنت کی روشنی میں ان سے متعلق اختلافی مسائل میں بہت عمدہ، احسن اور اقرب بالقرآن والحدیث طریقہ ہی بیان فرمائے گا۔ باقی آپ کی سمجھ نہیں آتی۔ ادھر آپ جناب امام اعظم علیہ الرحمہ کو "امام اور مجتہد" بھی مانتے ہیں ادھر ان کے اجتہادات کو قرآن وسنت کے خلاف بھی قرار دیتے ہیں۔ مجتہد کے اجتہادات کو اگر مانا نہ جائے گا۔ تو اس کا مجتہد ہونا چہ معنی دارد۔ اور پھر آپ مقلد یعنی امام کے تو خادم بھی ہیں ان کو امام اور بزرگ بھی مانتے ہیں لیکن ان کے اجتہادات کو درست ماننے والوں۔ یعنی ان کے مقلدین کو آپ مسلمان بھی نہیں سمجھتے یہ دوغلی پالیسی کیوں؟ حالانکہ قرآن کریم تو **واتبع سبیل من اناب الی** او **صراط الذین انعمت علیهم** جیسی آیات میں اللہ والوں کے نقش قدم پر چلنے کا حکم دے رہا ہے۔ ویسے ذرا تعصب کی عینک اُتار کر ٹھنڈے دل سے جواب دیں کیا کائنات میں کوئی شخص غیر مقلد ہو بھی سکتا ہے مثلاً مشتے از خروارے آپ جن احادیث کو صحیح، مرفوع، متواتر، حسن، مشہور، موقوف، مرسل، غریب، ضعیف، مضطرب، مدلس، شاذ، موضوع اور منکر وغیرہ قرار دیتے ہیں۔ کیا آپ اس عمل میں کسی کی تقلید تو نہیں کر رہے ہوتے؟۔ علی ھذا القیاس۔ خلیل صاحب کہتے ہیں کہ ہم ائمہ اربعہ کی وہی بات مانتے ہیں جو قرآن وحدیث کے مطابق ہو۔ تو کیا جن کو آپ امام، مجتہد اور دین کا خادم مانتے ہیں۔ وہ قرآن وحدیث کے خلاف مسائل بیان فرماتے ہیں۔ **فالی الله المشتکی** پھر لکھتے ہیں۔ امام بخاری وغیرہ بھی کوئی چیز قرآن وحدیث کے خلاف پیش کریں تو ہمارے لئے حجت نہیں۔ اچھا جناب۔ کیا واقعی یہ حقیقت ہے۔ ہمارا دن رات کا تجربہ تو اس کے برعکس ہے اسی لیے میں آپ کو "اہل مولوی" کہتا ہوں برائے مہربانی فی الحال صرف امام بخاری ہی کے چند ایسے مسائل کی نشان دہی فرمادیں جو انہوں نے بیان فرمائے ہیں لیکن قرآن وحدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے آپ ان کو نہ مانتے ہوں آخر نبی تو امام بخاری بھی نہیں تھے نا۔ بلکہ صحابی یا تابعی بھی نہیں تھے یا پھر ان کا ہر فرمان بلکہ فقہ (کیونکہ یہ ایک مسلم بات ہے کہ فقہ البخاری فی تراجمہ) واجب العمل اور قرآن کی آیت ہی ہوتی ہے جناب تقلید اور کیا ہوتی ہے

؟!۔ آپ کے بھوپالوی صاحب نے صحاح ستہ کے مصنفین کو بھی مقلد لکھ دیا ہے۔ خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ آپ قرآن وحدیث سے کوئی چیز پیش کریں گے تو ہم اس کے ماننے پر مجبور ہوں گے۔ تو جناب اس پورے رسالے میں میں نے تو قرآن وحدیث ہی پیش کیا ہے۔ کہیں بھی گرنتھ کا کوئی حوالہ نہیں دیا گیا۔ آمین۔ بسم اللہ کریں اور مان لیں۔ لیکن ایسی قسمت کہاں۔ خلیل صاحب لکھتے ہیں رفع یدین سے انسان کی عاجزی وانکساری کا اظہار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور برتری کا اعتراف ہے۔ اچھا جناب پھر حضور ﷺ نے کیوں فرمایا تھا۔ مالی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ ۔ لوگو۔ تم رفع یدین کیوں کر رہے ہو۔ یوں بار بار ہاتھ ہلا رہے ہو جیسے شرارتی گھوڑے دم ہلاتے رہتے ہیں۔ نماز میں آرام سے رہا کرو۔ نیز جناب رسول اللہ ﷺ نے جو نمازیں بغیر اضافی رفع یدین کے پڑھیں۔ صحابہ کرام۔ تابعین عظام، تبع تابعین کرام، ائمہ کرام۔ بالخصوص جناب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیکر آج تک کے تمام حنفی محدثین، مفسرین، اولیا، کاملین، علماء ربانیین حتیٰ کہ برصغیر پاک وہند میں حدیث کے واحد استاد۔ جناب شاہ ولی اللہ کا تمام خاندان جن کے نام حدیث کی ہر سند پر بڑے فخر سے لکھے جاتے ہیں۔ کیا یہ سب رفع یدین کرتے تھے۔ بالکل نہیں کیونکہ وہ حنفی تھے اور احناف کے نزدیک اندرون نماز کا رفع یدین منسوخ ہے۔ کیا یہ حضرات معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت وبرتری کے تمام زندگی منکر ہی رہے؟ ان کی نمازیں خدا کی بارگاہ میں قبول ہیں یا نامقبول؟ کیا احناف میں کوئی ولی اللہ بھی ہوا ہے؟ کیا ایک سنت مؤکدہ، متواترہ، غیر منسوخہ بلکہ سنت واجبہ کا تارک ولی اللہ ہو سکتا ہے؟ نیز خلیل صاحب لکھتے ہیں کہ جب تک مسلمان سنت کے مطابق (یعنی ان کے خیال میں رفع یدین کے ساتھ) نماز پڑھتے رہے" واقعی نماز کی یہی کیفیت تھی۔" **ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر** " یعنی ان کی نماز ان کو برائی اور بے حیائی سے روکتی تھی کیا واقعی نماز کے بہترین اثرات کا مرتب ہونا۔ آپ کے رفع یدین پر ہی منحصر ہے۔ کیا رفع یدین کے قائل وفاعل تمام حضرات برائی اور بے حیائی سے مکمل طور پر محفوظ ومامون ہیں؟ کیا آپ کے رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھنے والے تمام حضرات نے کم از کم داڑھی ہی رکھی ہوئی ہے؟ سب سے بڑی برائی اور بے حیائی۔ **من یعظم حرمات اللہ فهو خیر له عند ربه** (یعنی جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے عزت دے رکھی ہے ان کی عزت کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پسندیدہ ہے) اور اس مضمون کی دیگر آیات واحادیث کے مطابق۔ اللہ اور اس کے پیاروں کی گستاخی اور توہین ہے۔ اور اس فن میں آپ کے اسلاف واخلاف الا ماشاء اللہ سپیشلسٹ ہوتے ہیں دید وشنید کے علاوہ آپ کے مسلک کی معتبر ومعتمد ومستند کتابیں ان باتوں سے بھری پڑی ہیں ضرورت پڑی تو پیش کر دیں گے۔ ان کو انکا رفع یدین دنیا کی سب سے بڑی بے حیائی اور برائی سے کیوں نہیں روکتا۔ نیز موجودہ دور کے جہادی بزنس میں جو قتل وغارت گری فتنہ وفساد شر انگیزی، فرقہ واریت، مذہبی تعصب، فرقہ وارانہ تشدد، مذہبی انتہا پسندی کے ساتھ ساتھ، اپنے علاوہ سب کو کافر ومشرک، واجب القتل اور مباح الدم سمجھتے ہیں یہ کہاں کا اسلام ہے اور جو لوگ آپ کی طرح رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ نہیں کر تے ہیں وہ ابتداء سے لے کر آج تک معاذ اللہ تمام کے تمام غنڈے اور بد معاش ہی ہیں۔ اگر بالفرض اسے حضور کی سنت ثابتہ ہی تصور کر لیں۔ تو حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک انبیاء ورسل اور ان کے زمانوں کے ایمان والے۔ کیا وہ سب بھی آپ کی طرح رفع یدین کرتے تھے؟ باحوالہ مطلع فرمائیں۔ اور اگر نہیں کرتے تھے تو پھر ان سب کے بارے میں کیا خیال ہے؟ **لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔ اسی طرح آپ نے باقی جو نظریہ مسائل ذکر کئے ہیں ان کو ایک ایک کرکے اولاً معتبر کتب احناف سے پھر قرآن وحدیث کے صریح دلائل سے ان کا رد بیان کریں۔ پھر اس غلط بحث کا جواب دیں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔ پھر لکھتے ہیں" رفع الیدین عظیم سنت۔ صحیح، صریح، مرفوع۔ غیر مجروح حدیث سے ثابت ہے" کاش کہ ہمارے اس رسالے کو ہی تسلی سے پڑھ لیا ہوتا تو یہ مجذوب کی بڑ نہ مارتے اور تو اور آج تک یہ لوگ اپنے اس رفع یدین کا شرعی درجہ ہی متعین نہیں کر سکے اور جب تک کسی چیز کا شرعی درجہ متعین نہ ہو جائے اس وقت تک اس کے متعلق کوئی فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا۔ حتیٰ کہ آپ کے شیخ الکل نے تو یہاں تک لکھ دیا ہے۔

رفع یدین کرنے کے بارے میں لڑنا، جھگڑنا، عداوت رکھنا، کسی کو برا بھلا کہنا، کسی کا نام بگاڑنا (اہل بدعت، اہل الرائے، منکرین سنت وغیرہ) جہالت اور مذہبی تعصب کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کیونکہ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ہی اوقات مختلفہ میں جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت ہیں۔ رفع یدین کرنے اور نہ کرنے والوں دونوں ہی کے پاس دلائل موجود ہیں

(فتاویٰ نذیریہ جلد اصفحہ ۴۴۱ وغیرہ)

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود چاک دامن ماہ کنعاں کا

پھر خلیل صاحب لکھتے ہیں۔ اس عمل کو پچاس صحابہ نے بیان کیا ہے۔ جناب پچاس کیا اگر پانچ سو صحابہ بھی بیان کریں اور بعد میں وہ عمل منسوخ ہو جائے تو یہ تعداد راویاں کچھ مفید نہ ہوگی۔ بلکہ بیک قلم اور ایک ہی حکم سے تمام منسوخ ہو جائے گا۔ "امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ من انکرا حدیث متواتر وھو اکفرا (شرح فقہ اکبر ص ۸۲ ملا علی قاری حنفی" جناب اولاً تو اپنی اس عربی عبارت کی ذرا ترکیب کر کے اس کا ترجمہ کر کے دکھائیں۔ آپ کی یہ عبارت بھی غلط ہے اور مندرجہ عبارت کا وہ ترجمہ بھی غلط ہے۔ جو آپ نے کیا ہے۔ اپنی یہ دونوں چیزیں صحیح ثابت کریں۔ اور پھر دعویٰ یہ کر رہے ہیں کہ "امام ابوحنیفہ نے فرمایا" اور بعد میں خود ہی محولہ کتاب کا حوالہ دیتے ہیں "شرح فقہ اکبر صفحہ ۸۲ ملا علی قاری حنفی" جناب شرح فقہ اکبر۔ امام ابوحنیفہ کی کتاب ہے یا ملا علی قاری کی۔ واہ جناب۔ عبارت بھی غلط ترجمہ بھی غلط اور حوالہ بھی غلط۔

(جاری ہے)

آہ ! ایک چراغ اور بجھا

6 ستمبر 2002ء کو حضرت مولانا محمد عبدالرشید قادری رضوی وصال فرما گئے ان کا وصال تمام اہل سنت و جماعت کیلئے بہت بڑا سانحہ ہے موصوف اپنی نوعیت کے عظیم عالم دین اور بلند پایہ مناظر تھے۔ معقول و منقول پر مضبوط دسترس رکھتے تھے۔ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ حضرت مولانا کی سیرت کا اہم عنوان ہے کہ آپ نے ساری عمر دشمنان مصطفیٰ ﷺ کے خلاف جہاد کرتے بسر فرمائی۔ آپ کے کردار و افکار کو دیکھ کر حضرت شیخ الحدیث محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری علیہ الرحمہ کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ ادارہ الحقیقہ آپ کی بلندی درجات کیلئے دعا گو ہے اور پس ماندگان کے غم میں برابر شریک ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون ٥)

رائیونڈ کی تبلیغی جماعت کے بارے میں ایک ممتاز دیوبندی عالم کی چشم کشا تحریر

دعوت حق

تحریر مولانا عبدالغفار غورغشتی (سرحد)

سوالات وجوابات

س= کیا دین کی تبلیغ ہر شخص پر فرض عین ہے؟

ج= تبلیغ ہر شخص پر فرض عین نہیں جو لوگ تبلیغ کو فرض عین کہتے ہیں وہ علم دین سے ناواقف ہیں (حوالہ فتاویٰ رحمت حصہ اول ص ۴۲) (از علامہ رحمت کریم دیوبندی)

س۔ دعوت وتبلیغ کا کام کن لوگوں کی ذمہ داری ہے؟

ج= حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ کام ''تبلیغ کا'' وہی لوگ کر سکتے ہیں جو معروف ومنکر کا علم رکھتے اور قرآن وسنت سے باخبر ہونے کے ساتھ ذی ہوش اور موقع شناس ہوں۔

س= کیا جس جگہ دین کا پیغام پہنچ چکا ہو اور لوگ بکثرت دین پر قائم ہوں وہاں تبلیغ کرنا بھی ضروری ہے یا صرف وہاں ضروری ہے جہاں کبھی تبلیغ نہ ہوئی ہو؟

ج= حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں جہاں اسلام پہنچ چکا ہو وہاں تبلیغ اسلام واجب نہیں ہے۔ جیسا کہ اکثر جگہ اسلام پہنچ چکا ہے اور تبلیغ کے معنی اسلام پہنچانے کے ہیں۔ جب اسلام پہنچ چکا تو تبلیغ ساقط (ختم) ہو جائے گی۔ (مقالات حکمت ص ۶۷ مولانا تھانوی)

س= تبلیغ کا کام کس سے سیکھا جائے؟

ج= حضرت علامہ مفتی محمد شفیع صاحب'' اپنی تفسیر معارف القرآن جلد پنجم میں لکھتے ہیں کہ دعوت الی اللہ (تبلیغ) کا کام اصل انبیاء کا منصب ہے امت کے علماء اس منصب کو ان کا نائب ہونے کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں تو لازم ہے کہ اس کے آداب اور طریقہ بھی انہیں (علماء) سے سیکھیں جو دعوت ان طریقوں پر نہ رہے وہ دعوت کی بجائے عداوت اور جنگ وجدل کا موجب ہوتی ہے (دیکھئے تفسیر معارف القرآن)

س= تبلیغ کرنے کی اجازت کب دی جاسکتی ہے؟

ج= جب تک انسان اللہ کی بات یعنی کلام اللہ (قرآن مجید) کو نہ سمجھے اسے اس امر کی اجازت نہیں کہ وہ دوسروں کو سمجھانا شروع کر دے۔ وعظ ونصیحت اور تبلیغ کیلئے قرآنی علوم کا حاصل کرنا شرط ہے اس کے بغیر انسان نااہل ہے اور نااہل کیلئے دعوت وتبلیغ ناجائز ہے۔

س= کیا دین کی تبلیغ کرنے کیلئے کسی خاص تعلیم کی ضرورت ہے کیا ہر شخص تبلیغ نہیں کرسکتا؟

ج= مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص محض انگریزی زبان سیکھ کر میڈیکل سائنس کی کتابوں کا مطالعہ کرلے تو دنیا کا کوئی عقل مند شخص اسے ڈاکٹر تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی اپنی جان اس کے حوالہ کرسکتا ہے۔ جب تک اس نے کسی میڈیکل کالج سے باقاعدہ تعلیم وتربیت حاصل نہ کی ہو۔ چنانچہ ڈاکٹر بننے کیلئے صرف انگریزی سیکھ لینا کافی نہیں بلکہ (باقاعدہ ڈاکٹری کی تعلیم وتربیت ضروری ہے۔ اس طرح دعوت وتبلیغ میں صرف چند باتیں سیکھ لینا کیسے کافی ہوسکتا ہے؟ اور شعبہ دعوت وتبلیغ اتنا لاوارث کیسے ہوسکتا ہے کہ اس کی تشریح وتفسیر کیلئے کسی علم وفن کے حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہو اور اس کے معاملہ میں جو شخص چاہے رائے زنی شروع کردے (دیکھئے شبلی نعمانی سیرت النبی ص ۱۴)

س= کیا کسی بے علم تبلیغ کرنے والے عام آدمی کی تبلیغ سننا جائز ہے؟

ج= کسی ایسے شخص کی تبلیغ وعظ سننا جو عالم نہ ہو جائز نہیں، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ آج کل جو اکثر جاہل وعظ کہتے پھرتے ہیں

اور بے دھڑک روایات واحکام بلا تحقیق بیان کرتے ہیں سخت گنہ گار ہوتے ہیں سامعین کو ان کا وعظ (تبلیغ) سننا جائز نہیں (دیکھیے تفسیر بیان القرآن ص ۱۱۲۸ از مولانا اشرف علی تھانوی)

س = کیا دیوبند کے علماء نے عام لوگوں کو تبلیغ کرنے کی اجازت دی ہے؟

ج = ہرگز نہیں دی بلکہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے اپنی کتاب مسلک علمائے دیوبند میں لکھا ہے کہ "تبلیغ کی پشت پر اگر علم نہ ہو تو یہ رسمی تحریک اور رواجی تنظیم ہے جو علم کیلئے مہلک (تباہ کن) ہے دیکھیے مسلک علمائے دیوبند ص ۸۶)

س = کیا تبلیغ کیلئے ہر مسلمان کو سفر کرنا لازم ہے؟

ج = ہر مسلمان تبلیغ کرنے کا اہل ہی نہیں تو سفر کیونکر لازم ہوگا۔ مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کتایت اللہ دہلوی کفایت المفتی جلد ۲ ص ۱۰ پر لکھا ہے کہ تبلیغ کی غرض سے سفر کرنا ہر مسلمان پر فرض نہیں بلکہ صرف ان لوگوں پر جو تبلیغ کی اہلیت بھی رکھتے ہوں اور فکر معاش سے بھی فارغ ہوں سفر کرنا جائز ہے مگر فرض یا لازم ہر مسلمان کے ذمہ نہیں۔ (دیکھیے کفایت المفتی جلد ۲ ص ۱۰)

س = کیا بغیر علم کے تبلغ کرنا خود تبلیغی جماعت کے بانیوں نے کبھی جائز کہا ہے؟

ج = بالکل نہیں بلکہ ملفوظات مولانا محمد الیاس دہلوی نے رئیس التبلیغ میں لکھا ہے کہ ہماری تبلیغ علم وذکر کی بڑی اہمیت ہے بدون علم کے نہ عمل ہو سکے نہ عمل کی معرفت اور بدون ذکر کے علم ظلمت ہی ظلمت ہے اس میں نور نہیں ہو سکتا مگر ہمارے کام کرنے والوں میں علم کی کمی ہے (دیکھیے کتاب دعوت وتبلیغ میں ذکر اللہ کی اہمیت)

س = میرے والدین مجھے تبلیغ کیلئے جانے کی اجازت نہیں دیتے کیا میں ان کی بات مانوں؟

ج = والدین کی بات ماننا لازم ہے مفتی محمد شفیع صاحب معارف القرآن جلد ۵ ص ۵۳ میں لکھتے ہیں کہ جب کوئی چیز فرض عین یا واجب علی العین نہ ہو صرف کفایہ کے درجہ میں ہو تو اولاد کیلئے وہ کام بغیر ماں باپ کی اجازت کے جائز نہیں اس میں علم دین حاصل کرنے اور تبلیغ کیلئے سفر کرنا بھی شامل ہے بغیر والدین کی اجازت کے یہ دونوں کام کرنا جائز نہیں۔

س = تبلیغ فرض کفایہ اور ماں باپ کی خدمت فرض عین ہے کیا ماں باپ کو چھوڑ کر تبلیغ کیلئے نہیں جا سکتے ہیں؟

ج = بالکل نہیں جا سکتے۔ بہشتی زیور میں مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں۔

س = کیا تبلیغ فرض کفایہ اور ماں باپ کی خدمت فرض عین ہے کیا ماں باپ کو چھوڑ کر تبلیغ کیلئے نہیں جا سکتے ہیں؟

ج = بالکل نہیں جا سکتے۔ بہشتی زیور میں مولانا اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں۔

س = کیا تبلیغ میں جانے کیلئے قرض لے کر سفر کیا جا سکتا ہے:

ج = سخت منع ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذکریا لکھتے ہیں کہ جو لوگ مقروض ہوں یا قرض لیکر تبلیغ کو جائیں میں انہیں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جس شخص پر قرض ہو وہ جب تک اپنا قرض ادا نہ کر لے اسے مسلح جہاد کیلئے جانا (بھی) مکروہ ہے۔

س = بیوی بچوں کو چھوڑ کر سال بھر کیلئے تبلیغ میں جانے کا کیا حکم ہے؟

ج = حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب العبرۃ بذبح البقرہ میں ص ۲۷ پر لکھا ہے کہ مجاہدہ ترک فرائض کا نام نہیں۔ بیوی بچوں کو چھوڑ کر نکل جانا کوئی جہاد نہیں بلکہ بیوی بچوں کی خبر گیری شرعاً فرض ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم ج ۲ میں لکھا ہے کہ مرد کو چاہئے کہ ہر چار روز میں ایک بار بیوی کے پاس آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی مجاہد کو جہاد پر چار ماہ سے زیادہ عرصہ کیلئے نہیں بھیجتے تھے۔ نیز حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی مرد اپنی عورت سے چار ماہ تک علیحدہ رہے۔ یہ جائز نہیں۔ اگر چار ماہ سے زیادہ گذر جائیں تو عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ ایسے مرد سے علیحدگی کی درخواست کر سکتی ہے۔ اگر مرد باہر سفر میں ہو اور اس کو چھ ماہ گزر چکے ہوں تو اس کو واپس گھر آنا چاہیے۔

س = کیا ایک سال یا ڈیڑھ سال کیلئے گھر سے تبلیغ کیلئے چلے جانے میں کوئی شرعی حرج ہوتا ہے؟

ج = جی ہاں فتاوی رحمت جلد اول میں حضرت مولانا رحمت کریم صاحب دیو

بندی فرماتے ہیں کہ ایک سال یا ڈیڑھ سال تک بیوی بچوں کو چھوڑ کر تبلیغ کیلئے جانا جہاں شریعت مطہرہ کی پامالی ہے وہاں اپنے آپ کو عظیم ثوابوں سے محروم کرنا بھی ہے۔ جو لوگ بیوی بچوں کو چھوڑ کر سال کیلئے تبلیغ میں نکلتے ہیں وہ چار ماہ کے علاوہ باقی آٹھ ماہ یعنی بتیس جمعوں تک نہ صرف حکم شریعت کی نافرمانی کرتے ہوئے حقوق العباد کو پاؤں تلے روندتے ہیں بلکہ انتہائی بدقسمتی کی بات ہے کہ خود اتنی طویل مدت تک عظیم الشان ثواب سے محروم رہتے ہیں۔ (فتاویٰ رحمت ص ۶۳)

س = اگر کوئی شخص سرکاری ملازم ہو اور رخصت اتفاقیہ لے کر یا جعلی میڈیکل سرٹیفکیٹ پیش کر کے تبلیغ کیلئے نکلے تو کیا ایسا کرنا جائز ہوگا؟

ج = فتاویٰ رحمت حصہ اول میں مولانا رحمت کریم دیوبندی لکھتے ہیں۔ کہ دعوت و تبلیغ، تعمیری مکان اور حصول علم کیلئے رخصت اتفاقیہ لینا شرعی طور پر درست نہیں اور جو سرکاری ملازم اپنی ۲۵ دن کی رخصت اتفاقیہ دعوت و تبلیغ میں یا اپنی دیگر ضروریات میں ختم کرنے کے بعد جعلی میڈیکل سرٹیفکیٹ کے ذریعے سے حکومت سے رخصت حاصل کرتا ہے تو وہ حد درجہ خائن اور دغاباز ہے۔ (فتاویٰ رحمت حصہ اول ص ۷۰)

س = بعض مسجدوں میں عصر کی نماز یا دیگر نمازوں کے بعد تعلیم ہوتی ہے جو تبلیغی جماعت کا مخصوص طریقہ ہے اور یہ تعلیم اکثر غیر عالم شخص کرتا ہے کیا ایسے شخص کی کتاب سے دیکھ کر کی جانے والی تعلیم میں بیٹھنا جائز ہے؟

ج = ہمارے اکابر دیوبند رحمہ اللہ نے ایسے شخص کی وعظ و تبلیغ کو سننا پسند نہیں کیا ہے جو عالم نہ ہو، حضرت علامہ اشرف علی تھانوی نے غیر عالم شخص کی وعظ سننے کو ناجائز کہا ہے۔ (فتاویٰ رحمۃ حصہ اول ص ۷۲)

س = تبلیغی جماعت کے لوگ کہتے ہیں کہ تبلیغ جہاد ہے اور وہ جہاد والی آیتیں سنا کر تبلیغ کیلئے نکلنے پر زور دیتے ہیں اور فی سبیل اللہ خرچ کرنے والی آیتیں سنا کر کہتے ہیں کی فی سبیل اللہ کا بہترین طریقہ تبلیغ کے سفر میں اور تبلیغ کرنے والوں پر مال خرچ کرنا ہے۔ کیا ان کی یہ بات درست ہے؟

ج = اگر سبیل اللہ سے مراد ایک عام معنی لئے جائیں یعنی فریضہ تبلیغ ادا کرنا تو یہ ایک عظیم غلطی اور دین سے عدم واقفیت کی نشانی ہے اور اگر اس سے خاص معنی مراد لئے جائیں یعنی ہماری (تبلیغی) جماعت کے ذریعہ سے فریضہ ادا کرنا جیسا کہ عام تاثر یہی ہے تو یہ غلطی ہی نہیں بلکہ دین میں تحریف بھی ہے جو حکام چودہ سو سال قبل نازل ہوئے تھے انہیں آج کی تبلیغی جماعت کیلئے سمجھنا تحریف فی الدین نہیں تو اور کیا ہے۔ (فتاویٰ رحمت حصہ اول ص ۸۱)

س = تبلیغی جماعت والے کہتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب انچاس کروڑ نمازوں کے برابر ہے کیا یہ صحیح ہے؟

ج = حدیث پاک کی مشہور و معروف کتابوں میں یعنی صحاح ستہ سمیت حدیث کی کسی کتاب میں کوئی ایسی ایک بھی حدیث نہیں جس میں تبلیغی جماعت کے ساتھ نماز کا ثواب انچاس کروڑ نمازوں کے برابر بیان ہوا ہو اور ثواب کا بیان یا تو قرآن میں ہوسکتا ہے یا حدیث میں جب ان دونوں میں نہیں تو یہ محض من گھڑت بات ہے اور لوگوں کو اپنی جماعت کی فضیلت بتا کر اپنی طرف راغب کرنے کی ایک مکروہ چال ہے اور جو سراسر دھوکہ پر مبنی ہے۔

س = اگر کسی جماعت میں کثیر تعداد میں لوگ شامل ہو جائیں تو کیا یہ بات اس جماعت کے حق پر ہونے کی علامت یا دلیل ہوگی؟

ج = مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی معارف القرآن جلد سوم میں لکھتے ہیں کہ محض لوگ بھی اتباع و اقتدا کا معیار لوگوں کی بھیڑ کو بنا لیتے ہیں جس طرف بھیڑ دیکھی اس طرح چل پڑے۔ یہ بھی ایک نامعقول حرکت ہے کیونکہ اکثریت تو ہمیشہ دنیا میں بیوقوفوں یا کم عقلوں کی اور عمل کے لحاظ سے بدعملوں کی رہتی ہے اس لئے بھیڑ حق و ناحق یا بھلے برے کی تمیز کا معیار نہیں ہوسکتی ہے۔ (معارف القرآن جلد سوم)

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ کسی جانب جماعت کثیرہ کا ہونا اس کی حقانیت کی دلیل نہیں (کتاب درجات اسلام ص ۳۷۲) از مولانا اشرف علی تھانوی)

س = تبلیغی جماعت کے اجتماعات میں بیان کے بعد تبلیغ پر جانے کیلئے نام لکھوانے کو کہا جاتا ہے اور یہ حدیث اس وقت سنائی جاتی ہے کہ اللہ کے راستے میں ایک دن کیلئے نکلنا دنیا اور جو کچھ اس

دنیا میں ہے اس سے بہتر ہے کیا واقعی تبلیغی جماعت کے ساتھ ۲۴ گھنٹے لگانے سے اتنا عظیم ثواب ملتا ہے؟

ج = یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سنگین مذاق ہے اس حدیث کے بارے میں خود بانی تبلیغی جماعت شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب نے لکھا ہے کہ یہ غزوہ موتہ کے موقع پر جہاد میں جانے کی ترغیب دلانے کیلئے حضور ﷺ نے فرمایا تھا مگر افسوس ہے کہ غزوہ موتہ میں شرکت کی فضیلت اور جہاد میں جانے کے اجر وثواب کو اپنے ہی علاقہ میں گشت کرنے اور مسجد میں اکثر وقت کھانے پینے اور سونے میں صرف کرنے پر قیاس کر لیا گیا جس میں بیسیوں حقوق العباد ضائع ہو رہے ہوتے ہیں۔ کہاں اللہ کی راہ میں سر قربان کرنا اور کہاں محلے کا گشت اور تعلیم انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ اللہ تعالیٰ حدیثوں کی ایسی جاہلانا تاویل سے محفوظ فرمائے۔ (فتاویٰ رحمت)

س = کیا عورتیں تبلیغ کیلئے جا سکتی ہیں؟

ج = حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی نے کفایۃ المفتی میں لکھا ہے کہ عورتوں کا تبلیغ کیلئے گھر سے نکلنا زمانہ خیر الامم (حضور کے زمانہ) میں نہ تھا۔ جب سنت سے ثابت نہیں تو گناہ ہی کا کام ہوا کہ ہمارے دیوبند کے اکابر علماء ہر اس کام کو جو سنت سے ثابت نہ ہو کار گناہ ہی تصور کرتے ہیں۔

س = اتنی کثرت سے تبلیغ کہ لوگ تنگ آجائیں اس کی شریعت میں کیا حیثیت ہے؟

ج = یہ سوال کوئی فرضی کہانی نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ نماز کے بعد تبلیغی نصاب سے تعلیم دینے والے علم دین میں بالکل صفر اور دعوت وتبلیغ کے اصول وآداب سے ناواقف ہوتے ہیں۔ پھر ہر روز تبلیغ کرنا خود سنت رسول کے خلاف ہے حضور کی عادت مبارکہ تھی کہ بعض دنوں میں تبلیغ فرماتے اور بعض میں نہیں تاکہ لوگوں کے کاروبار کا حرج نہ ہو اور ان کی طبیعت بر باد نہ ہو (معارف القرآن جلد ۵ از مفتی محمد شفیع صاحب نیز فتاویٰ رحمت ص ۱۳۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جلیل القدر عالم صحابی تھے ان سے ایک شخص نے کہا میری خواہش ہے کہ آپ ہر روز ہم کو وعظ کیا کریں حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا میرے لئے ایسا کرنا مشکل نہیں مگر میں اس لئے ایسا نہیں کرتا کہ تم کو اکتا دینا مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اور میں موقع اور وقت دیکھ کر تم کو نصیحت کرتا ہوں۔ جیسے نبی اکرم ﷺ ہمارا وقت اور موقع دیکھ کر ہم کو نصیحت فرماتے تھے۔ آپ کو یہی ڈر تھا کہ ہم کہیں اکتا نہ جائیں۔

اب اندازہ لگایئے کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ تو لوگوں کا وقت اور موقع دیکھ کر تبلیغ فرمائیں اور ہمارے تبلیغی ساتھی موقع بے موقع ہر روز زبردستی پکڑ پکڑ کر تبلیغی حلقہ میں بٹھائیں کیا یہی طریقہ رسول ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود جیسا عالم تو ہفتہ میں ایک دن وعظ کرے اور لوگوں کے اصرار کے باوجود روزانہ تبلیغ کو تیار نہ ہو اور ہمارے دین سے کورے مبلغین ہر روز زبردستی لوگوں پر مسلط ہو جائیں۔ جہالت اسی کا نام ہے علم ہوتا تو ایسا کام نہ کرتے۔

س = کیا تبلیغ کرنا والدین، بیوی بچوں اور دیگر لوگوں کے حقوق سے بڑھ کر ہے؟

ج = مجھے دو چیزوں میں خاص قلب (مضبوطی) ہے ایک تو یہ کہ جن لوگوں کے ذمہ حقوق العباد ہوں وہ مقدم ہیں دوسرے یہ کہ جو شخص کسی شیخ (مرشد) سے منسلک ہو اور شیخ کیطرف سے ممانعت ہو وہ ہرگز بغیر اجازت کے تبلیغ میں شریک نہ ہوں (شیخ الحدیث محمد زکریا تبلیغی جماعت، اعتراضات کے جوابات ص ۱۳۵)

س = کیا والدین کی اجازت کے بغیر جماعت والوں کے ساتھ تبلیغ میں جانا صحیح ہے؟

ج = شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب فرماتے ہیں یہ ناکارہ تو والد صاحب کی اجازت کے بغیر جانے کی اجازت نہیں دیتا۔ (ایضاً ص ۳۵)

س = کہا جاتا ہے کہ جماعت میں چلہ لگانے والے شخص کے ذمہ جو حقوق العباد ہیں اس کام (تبلیغ) میں لگنے کی وجہ سے انکے بدلے حقوق والوں کو جنت کی نعمتیں ملیں گی اور اللہ تعالیٰ خود حقوق والوں سے حقوق معاف کرا کر راضی کرلیں گے کیا یہ صحیح ہے؟

ج = یہ سخت غلطی ہے کہ کوئی قانون اور ضابطہ اللہ کے ہاں ایسا نہیں نہ قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ جو دوسروں کے حقوق چھوڑ کر تبلیغ میں جائے اللہ ان کے حقوق معاف کروا دے گا یا کرائے گا۔ (فتاویٰ رحمت)

س= کیا تبلیغ کا کام ہر عالم و جاہل پر فرض ہے؟

ج= مولانا شبلی نعمانی سیرت النبی ﷺ کی جلد ششم میں لکھتے ہیں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر (تبلیغ) ہر جاہل آدمی کا فرض نہیں۔ مبلغ (تبلیغ کرنے والے) کیلئے ضروری ہے کہ وہ اسلام کا وسیع علم رکھتا ہو اور تبلیغ کے تمام آداب و احکام جانتا ہو (مولانا شبلی نعمانی، سیرت النبی)

س= کیا چند دن تبلیغی جماعت کے ساتھ گزار کر انسان پیغمبروں والا کام کرنے کی سعادت حاصل کر لیتا ہے؟

ج= مولانا شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ محض چند یوم ایک مخصوص طریقہ سے جماعت کے ساتھ گزارنے کے بعد اپنے آپ کو پیغمبری منصب کا صحیح جانشین اور محافظ سمجھنا اور دین کے دیگر شعبوں سے وابستہ افراد کو اپنے سے کمتر سمجھنا انتہائی خطرناک طرز عمل جو دین میں نہایت مہلک گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ (شبلی نعمانی، سیرت النبی)

س= کیا تبلیغ کا حق صرف تبلیغی جماعت میں جانے ہی سے ادا ہو سکتا ہے اور کوئی دوسرا ذریعہ تبلیغ کا نہیں؟

ج= یہ سمجھنا کہ صرف تبلیغی جماعت میں جا کر ہی تبلیغ کا حق ادا ہو سکتا ہے یہ شرعی حدود سے تجاوز کرنا ہے بلکہ شریعت کو پامال کرنے والی بات ہے۔ (دیکھئے فتاویٰ رحمت ص ۳۲)

س= کیا جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں لوگوں کو تبلیغ کرنے کیلئے ادھر ادھر نہیں بھیجا جاتا تھا؟

ج= عام لوگوں کو تبلیغ کیلئے نہیں بھیجا جاتا تھا۔ صحابہ میں سے صرف ان کو اس کام کیلئے بھیجا جاتا تھا جو مکمل عالم ہوتے تھے۔ اور وہ گلی گلی گھوم کر مسجدوں میں سو کر تبلیغ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ جس گاؤں یا شہر کے لوگ انہیں حضور سے مانگ کر لاتے وہ انہی کے پاس طویل عرصہ ٹھہرتے اور اس بستی یا گاؤں والوں کو قرآن اور دین کے احکام سکھایا کرتے تھے۔ آج کل کے دور کیطرح گشت اور چلت پھرت نہیں تھی۔ (فتاویٰ رحمت)

س= کیا حضور کے زمانہ میں ملازم پیشہ لوگ، زمیندار، مزدور، معلم، دوکاندار، تاجر، طالب علم اور دیگر پیشوں کے لوگ موچی، نائی، لوہار، ترکھان وغیرہ تبلیغ کرنے نہیں نکلتے تھے؟

ج= بالکل نہیں اور نہ اس کا حدیث شریف میں کوئی ثبوت ہے صرف دین کا علم رکھنے والے صحابہ یہ کام کرتے تھے اور یہ اس طرح کہ ان کا اپنا ذریعہ روزگار متاثر نہیں ہوتا تھا۔

س= کیا یہ ضروری ہے کہ کالج، اسکول کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ کسی اچھے عالم کی صحبت اختیار کرنے چاہئے اور اس سے دین کے مسائل سیکھنے چاہئیں۔

س= اگر کسی علاقہ میں مسجد میں قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی ہو تو اسے چھوڑ کر تبلیغی جماعت کی مخصوص تبلیغ سننے کیلئے جانا کیسا ہے؟

ج= ایسا ہی جیسے کوئی شخص گھر میں پکا ہوا حلال خوش ذائقہ گوشت اور تازہ کھانا چھوڑ کر کسی دوسرے کے ہاں باسی دال روٹی کھانے چلا جائے۔

س= تبلیغی جماعت کے لوگ علماء کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟

ج= اگر علماء کی مخالفت نہ کریں اور ان میں کیڑے نہ نکالیں تو ان کا کاروبار کیسے چلے گا؟ اپنی طرف لوگوں کو لگانے کیلئے علماء کے خلاف باتیں کر کے ہی کام چلایا جاتا ہے ورنہ لوگ تو علماء کے پاس جائیں گے انکی تبلیغ میں کون بیٹھے گا۔

س= تبلیغی جماعت بھی ہمارے دیوبندی علماء کی قائم کی ہوئی جماعت ہے اور ہمارے محلہ میں ایک دیوبندی عالم کا درس ہے مگر دونوں ایک دوسرے کے سخت مخالف ہیں ہم آپس میں کیوں لڑ رہے ہیں؟

ج= یہ صورت حال اکثر جگہوں پر ہے۔ جہاں تبلیغی جماعت ہو گی وہاں اس جماعت کے لوگ مسجد پر اپنا ہولڈ قائم کرنے کی کوشش کریں گے اور عالم کی بے توقیری کریں گے عالم اپنے علم کے مطابق وعظ، درس اور تبلیغ کا کام کرے گا اور یہ اپنے مخصوص طریقہ پر اس طرح اکثر دونوں کی آپس میں نہیں بنتی اور جہاں دونوں کی آپس میں نہ بنے وہاں فساد ہو کر رہتا ہے۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆

شاہ لاثانی و نقش لاثانی

پروفیسر محمد حسین آسی

جمال سیدِ خیر الوریٰ ﷺ وہ بھی ہے اور یہ بھی
کہ نور دیدہ خیر النسا وہ بھی ہے اور یہ بھی

تعالیٰ اللہ یہ دونوں پیام روز روشن ہیں
شعاع آفتاب والضحیٰ وہ بھی ہے اور یہ بھی

وہ لاثانی بحمد اللہ یہ نقش لاثانی
تعالیٰ اللہ ثانی سے ورا وہ بھی ہے اور یہ بھی

جو ان کا ہے اسے کیا خوف ظلمات و حوادث کا
کہ پوتا مرتضیٰ مشکل کشا وہ بھی ہے اور یہ بھی

پریشانی ہو مجھ کو کیوں اپنی بے نوائی پر
زمانے میں مرا حاجت روا وہ بھی ہے اور یہ بھی

میں ان کا ہو کے بھی کیوں دربدر ٹھوکریں کھاؤں
کہ مجھ پر سایہ فضل خدا وہ بھی ہے اور یہ بھی

شب تاریک و گرداب بلا کا کیا مجھے کھٹکا
سفینے کا جب میرے ناخدا وہ بھی ہے اور یہ بھی

میں ان دونوں کے در سے تشنہ لب لوٹوں نہیں ممکن
خدا کے فضل سے بحر سخا وہ بھی ہے اور یہ بھی

کسی کے جبر واستبداد کا کیا رعب و وجھ پر
کہ میری عون، میرا آسرا وہ بھی ہے اور یہ بھی

جہاں بھر کے گداؤ آؤ، آ کے جھولیاں بھر لو
نبی کے فیض سے گرم عطا وہ بھی ہے اور یہ بھی

دل وجاں سے ہوں میں آسی غلام سید عابد
کہ اس پہ مہرباں حد سے سوا وہ بھی ہے اور یہ بھی

Monthly **MUJALLA.TUL.HAQIQA** REDG.NO. C.P.L.590